www.novelsclubb.com
رعد
از قلم عشاء افضل
Follow us!
Insta:@novelsclubb
FB: Novelsclubb
YouTube:@readwithlaiba

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

# رعد

## از قلم

## عشاء افضل

www.novelsclubb.com

# رعد

## از قلم عشاء افضل

## قسط نمبر 11

بعض اوقات وقت کتنا سست رو ہو جاتا ہے۔ یوں لگتا ہے گویا صدیوں کا سفر طے کر لیا ہو اور جب حساب کتاب کر کے دیکھیں تو محض چند دنوں کا راستہ طے کیا ہوتا ہے۔ زخرف کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ اس کی زندگی کے یہ چند دن صدیوں پہ محیط تھے۔ اجالے کی آمد، ہواوں کی روانی، پانی کی موجیں، اندھیرے کی سیاہی سب سست رو ہو گیا تھا۔ عائشہ کے ساتھ پیش آنے والا ناگہانی حادثہ، اس کا فلم ادھوری چھوڑ کر پاکستان لوٹنا، عائشہ کا اس کو پہچاننے سے انکار، عائشہ کا حدید کو بیٹا سمجھنا، حدید کے ساتھ اس کا نکاح، برہان کو گولی لگنا۔۔۔۔ کیا کچھ نہیں ہو گیا تھا۔ اتنے قلیل اور مختصر وقت میں اسے کتنا کچھ سہنا پڑا۔ کتنی ہی بار وہ ہمت ہاری۔ کتنی

ہی بار وہ مایوس ہوئی۔ مگر وقت۔۔۔ وہ تو ایک پل ٹھہر کر بھی اس کے لیے سوگوار نہیں ہوا۔

کیا وقت بھی کسی کے سکھ دکھ پہ رکتا ہے؟

ذہنی انتشار میں الجھی وہ اپنی اور عائشہ کی پیکنگ میں مصروف عمل تھی۔ ہلکے سبز رنگ کا جمپ سوٹ پہن رکھا تھا جس پہ اس کی گوری رنگت بہت زیادہ کھل رہی تھی۔ کانوں میں چھوٹے چھوٹے ڈائمنڈ ٹاپس پہنے ہوئے تھے جن کے ہیروں کی چمک آنکھوں کو چندھیا دیتی۔ اس مشقت آمیز کام سے اسے تھکن ہونے لگی۔ اپنی پیکنگ سے زیادہ عائشہ کی پیکنگ وقت طلب تھی۔ ان کے کمرے سے وہ ان کی تمام اشیاء لے آئی تھی اور اب بیگ میں ڈالے نظر ثانی کر رہی تھی جب اسے طلحہ کی جانب سے کال موصول ہوئی۔ اس نے بیڈ سائیڈ ٹیبل پہ پڑے فون کو ہاتھ میں لیتے عجیب نظروں سے سکرین کو دیکھا۔ کیسے ہوتے ہیں ناپروفیشنل لوگ؟ ان کو آپ کی ذاتی پریشانیوں سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ وہ صرف اس انسان کی مانند ہوتے

ہیں جو چڑھتے سورج کے دیوانے ہوتے ہیں۔رات ان کو نہیں بھاتی۔زخرف کی زندگی میں بھی ایسے ہی لوگ تھے جنہیں اس کی شہرت اور مقام سے غرض تھا۔ انہیں اس کی بے چینیوں اور تکالیف کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔

اس عرصے میں اگر کوئی اس کا بھی غم گسار ہوتا تو شاید اس کا مشکل وقت سکون سے کٹ جاتا۔یہی تو وہ وقت ہوتا ہے جب انسان کو شدت سے کسی دوست کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔جس کو وہ ہر بات بے دھڑک کہہ لے۔جو آپ کو کبھی جج نہ کرے۔جو آپ کی ہر پریشانی سن کر اس کا حل تجویز کرے۔اسی پل اس پہ ادراک ہو کہ وہ برہان کے علاوہ کسی سے دوستی کر ہی نہیں پائی تھی۔مگر ابھی کل ہی تو۔۔۔ہاں کل ہی تو اس نے ایک نئی دوستی کی بنیاد رکھی تھی۔مگر کیا وہ سچ میں صرف دوستی تھی؟

اس کا جواب اس کے پاس بھی نہیں تھا۔یا شاید جواب تو موجود تھا مگر جواب تک رسائی اسے اس کے مقصد سے دور کر سکتی تھی۔وہ مقصد کو نہیں چھوڑ سکتی تھی۔

www.novelsclubb.com

فون کی بیل بج بج کر بند ہو گئی۔ سکرین کو دیکھتی اس کی آنکھیں اچانک حال میں سفر کر کے آئیں تو اسے احساس ہوا کہ وہ غائب دماغی کا شکار ہو رہی ہے۔ آج کل وہ مسلسل ماضی میں کھو جایا کرتی تھی۔ کبھی کسی پہلو کو سوچتی، کبھی کسی توجیہہ کو مد نظر رکھتی۔ غرض وہ ماضی اور حال میں الجھ چکی تھی۔ آنے والا کل اب اسے سنہرا نہیں لگتا تھا۔ اسے لگتا تھا بہت جلد اس کی زندگی سیاہی سے بھرنے والی ہے۔ تین زمانوں میں کھوئی لڑکی کو واپس فون کی لگاتار بجتی گھنٹی نے جگایا۔

اس نے بے تاثر چہرے اور الجھن زدہ حال میں کال موصول کی۔

"کیسی ہو نور؟" دوسری جانب ہشاش بشاش آواز تھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔" سرد سا انداز۔ نگاہیں بیگ پہ جمی تھیں مگر نگاہوں کے پار کئی منظر بیک وقت گھوم رہے تھے۔

"تم پاکستان آئی ہو۔ اور ہمیں آگاہ ہی نہیں کیا۔" وہ پر شکوہ تھا۔ لو بھلا یہ بھی کیا بات ہوئی کہ یہ لڑکی مشہور ہوتے ہی ان کو بھلا بیٹھی۔

www.novelsclubb.com

"ضروری کام سے آئی تھی۔اب واپس جا رہی ہوں۔" ہر حادثے کو فراموش کرتے محض کام کو بہانہ بنایا۔آنکھیں پل بھر کو بھی نہیں جھپکیں۔

"مجھے لگا تمہارا شوٹ مکمل ہو گیا۔یا تم مشہور ہو کر ہمیں بھول گئی ہو۔" اس نے اپنا اندازہ پیش کیا۔لہجے میں شرارت کا عنصر بدرجہ اتم موجود تھا۔

"نہیں" یک لفظی جواب۔اسے کسی وضاحت کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔

"ابھی میں نیوز نہ سنتا تو جان ہی نہ پاتا کہ تم پاکستان میں ہو۔" وہ اپنی ہی دھن میں بولا۔غالباً طلحہ کو بہت زیادہ بولنے کی عادت تھی۔

"کونسی نیوز؟" ماتھے پہ شکنوں کا جال بنا۔

"ہر بار مجھے ہی تمہیں اطلاع دینی پڑتی ہے کہ تم خبروں کی زینت بنی ہو یا ٹک ٹاک میں ریکارڈ قائم کر رہی ہو۔" وہ فخریہ اپنا کام گنوانے لگا مگر نور کو اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

"تمہارا کزن۔۔۔اس کو گولی لگی ہے نا۔پورا میڈیا اسی سے بھرا پڑا ہے۔" اس نے مزید تفصیل جاری کی تو وہ جیسے نیند سے جاگی۔

"تو اس میں میری کونسی خبر ہے؟" بیگ کی زپ کو بند کرتے ہوئے فون کو کندھے اور کان کے درمیان سیٹ کیا۔ چہرہ ہنوز سنجیدگی اوڑھے تھا۔

"وہ جب تم سے سوالات پوچھے جا رہے تھے۔۔۔" وہ آگے بھی بول رہا تھا کہ مگر زخرف تھم کر وقت میں پیچھے کو گئی۔ کیمروں کی آنکھوں کو چندھیا دینے والی تیز روشنیوں میں اس سے وہ سوالات پوچھے جا رہے تھے جن کے جواب دینے سے وہ قاصر تھی۔ اس وقت۔۔۔اس وقت کیا ہوا تھا؟ آنکھوں کو بند کر کے دماغ پہ زور ڈال کر وہ اس منظر کو مکمل طور پہ یاد کرنے کی کوشش میں مصروف عمل ہوئی۔

"یار تم نے گارڈ کب رکھا؟ ہاں یاد آیا وہ تمہارے نانا کا گارڈ ہو گا۔"

طلحہ نے اس سے سوال پوچھ کر خود ہی جواب دیا تو اس نے ذہن پہ زور ڈالتے وہ الفاظ یاد کرنا چاہے جو اس وقت حدید نے میڈیا سے کہے۔ مگر اسے کچھ صحیح سے یاد

نہ آیا۔ہاں وہ اس کے سامنے ڈھال بن کر کھڑا ہوا تھا۔شاید اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی تک بھی لا یا تھا۔ مگر کیا اس نے میڈیا کو کچھ کہا تھا؟

ہسپتال کے باہر وہ جتنی منتشر تھی اس وقت بھی اسی حالت کا شکار ہو رہی تھی۔ اضطراری کیفیت سے گزرتے وہ ان الفاظ کو جاننے کی متمنی ہوئی جو اس وقت حدید کے لبوں سے نکلے ہونگے۔

"اچھا ایسا کرتے ہیں کہ ہم۔۔۔"اس کی طرف سے ایک بھی بات کا جواب سنے بغیر وہ اپنی ہی کہے جا رہا تھا۔اب بھی خود ہی منصوبہ ترتیب دینے لگا تو نور نے ٹوک دیا۔

"طلحہ تم مجھے وہ ویڈیو بھیج دو گے؟"دل کی غیر ہوتی حالت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے پوچھا۔شاید اس کے الفاظ اسے کسی الجھن سے نکال دیتے یا شاید یہی الفاظ اس کے لیے الجھن بن جاتے۔ابھی وہ فیصلہ کرنے سے قاصر تھی۔

www.novelsclubb.com

"کونسی ویڈیو؟" اسے اس کے منصوبے کے درمیان ٹوک کر جانے وہ کس ویڈیو کی بات کر رہی تھی۔

"جب میڈیا سوالی بنا مجھ سے مخاطب تھا۔" اس نے یاد کروایا۔ حلق تک کڑواہٹ پھیل گئی۔

"شیور۔ اور اب ہم کہاں مل سکتے ہیں؟"

"سوری طلحہ مگر اب یہ ممکن نہیں۔ صبح میری فلائٹ ہے۔ اور ابھی بہت ساری تیاری کرنی ہے۔" معذرت خواہ لہجے میں اس نے اپنی مجبوری بتائی۔

"چلو ٹھیک ہے۔ جب تم آفیشلی واپس آو گی اس وقت ملیں گے۔ اور سیلیبریٹ بھی کریں گے۔ باقاعدہ تقریب بھی منعقد ہو گی۔ اور ہاں یاد آیا باقی سب بھی تمہارا پوچھ رہے تھے۔" اس نے عذر قبول کیا۔ پروفیشنل لوگوں میں ویسے بھی جذبات کو زیادہ حاوی نہیں کیا جا سکتا۔

"اچھا لگا سن کر۔اب میں فون رکھتی ہوں۔ابھی بھیج دینا ویڈیو۔" اسے حقیقتا خوشگوایت کا احساس ہوا۔زیادہ نہ سہی وہ اس کو یاد تو رکھے ہوئے ہیں۔

"اوکے" اس نے فون بند کیا اور تھکے انداز میں بیڈ پہ بیٹھ گئی۔دائیں ہاتھ میں فون پکڑے بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے سر کو مسلتے وہ ذہنی انتشار کا شکار تھی۔

طلحہ کا واٹس ایپ کھول رکھا تھا۔گویا وہ مزید انتظار کی متحمل نہیں تھی۔ہر گزرتا سیکنڈ اسے عجیب سی کیفیات کا شکار کر رہا تھا۔جیسے ہی ویڈیو موصول ہوئی اس نے فوری پلے بٹن دبایا۔پہلے تو خود کو اس حلیے میں دیکھ کر اسے یقین نہ آیا۔کہاں وہ ہر وقت بن ٹھن کر رہنے والی ایسی اجڑی حالت میں تھی۔خون کے دھبوں سے بدنما ہوتا وہ لباس دیکھ کر اسے جھرجھری آئی۔اس نے ایک نظر خود کو آئینے میں دیکھا۔ صاف لباس پہنے، سنہری بالوں کو سلیقے سے جوڑے میں لپیٹے، پاک صاف چہرہ لیے اس زخرف اور ہسپتال میں کھڑی اس زخرف میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

www.novelsclubb.com

اس نے دوبارہ ویڈیو پلے کی۔ میڈیا کے نمائندے اس سے عجیب قسم کے سوالات پوچھ رہے تھے۔ کتنے بے حس تھے نا یہ میڈیا والے جو اس پہ رقم دکھ کی داستان کو نظرانداز کیے اپنی ریٹنگز میں مصروف عمل تھے۔ وہ جانتی تھی کہ دنیا بے حس ہے مگر کس حد تک بے حس ہے اس نے یہ بھی دیکھ لیا۔ وہ خاموش کھڑی تھی۔ جیسے دنیا فنا ہو گئی ہو۔ جیسے وہ گونگی ہو گئی ہو۔ اور پھر لوگوں کے سوالات کا جواب دینے وہ آیا۔

(**"میں محافظ ہوں زخرف میم کا"**) اس کا دل شدت سے دھڑکا۔ اس نے نور کا ہاتھ تھاما تو اس نے ویڈیو سے نظریں ہٹاتے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ وہ لمس کتنا تحفظ بخش تھا۔

(**"اب اگر کوئی ہمارے پیچھے آیا تو باخدا اس کا حشر کر دوں گا۔"**) اس کا یہ رخ اسے حدید کی زندگی میں اپنی اہمیت جتا گیا۔

اسی لمحے۔۔۔ ٹھیک اسی لمحے مفلر سے لپٹے اس چہرے سے زخرف نور کو محبت ہو گئی۔اس کے الفاظ سے اس کو عقیدت ہو گئی۔اس کے لمس سے اس کو انسیت ہو گئی۔وہ بار بار ویڈیو پلے کر کے اس کو دیکھتی رہی۔اس کی سیاہ آنکھیں اسے خود میں ڈبونے لگیں۔

"کیوں حدید کیوں؟"وہ غائبانہ اس سے مخاطب ہوئی۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟"اپنے آپ سے گلہ کیا۔

"کوئی انسان میرے دل کو یوں بے قابو نہیں کر سکتا۔"وہ حقیقت ماننے سے انکاری ہوئی۔

"میں تم سے محبت کیسے کر سکتی ہوں؟"

شش وہ پنج میں گھری خود پہ سوال اٹھاتی وہ ذہین لڑکی اس وقت دل کے ہاتھوں مجبور و بے کس تھی۔اور جب بات دل کی ہو تو دماغ تو ویسے ہی ہاتھ کھڑے کر دیتا

www.novelsclubb.com

ہے۔اس کے معاملے میں بھی دل نے غداری کر دی۔دماغ نے وفاداری نبھانے کی کوشش کی تو دل نے ڈپٹ دیا اور ذہن تو دب کر چپکے سے بیٹھ گیا۔

اس کے ہاتھ میں پکڑا فون تھرتھرایا تو وہ یکبارگی چونکی۔نام دیکھ کر چہرے پہ مختلف رنگ سمٹے۔حیرت کا رنگ، حیا کا رنگ بیک وقت اس کے چہرے کی زینت بنا تو وہ گلال ہو گئی۔وہ اسی کی کال تھی جس کے خیال اب وہ ہر وقت سوچنے لگی تھی۔اس نے فوری کال اٹھائی۔

"دروازہ کھولو" مقابل نے عام سے انداز میں کہا۔

"کیا؟" غائب دماغی سے پوچھا۔شاید اس کی حسیں ابھی صحیح سے بیدار نہ ہو پائی تھیں۔

"دروازہ کھولو جلدی" حدید نے عجلت میں کہا تو وہ چونکی۔تو کیا وہ اس کے گھر کے باہر کھڑا ہے؟

فون کو وہیں بیڈ پہ پھینکتے وہ برق رفتاری سے ننگے پاؤں ہی باہر دوڑی۔ دروازہ کھولا تو اسے دیکھ کر عجیب سی کشش محسوس ہوئی جو ہلکی بھوری ہائی نیک کے ساتھ نیلی جینز پہنے ہاتھوں میں چند کاغذات پکڑے اسے دیکھ کر پر تبسم تھا۔ زخرف نے دلچسپی سے اس کا چہرہ دیکھا۔ ہلکی بئیرڈ سے سجا اس کا سرخ و سفید چہرہ جس پہ مسکان نے ڈیرا جما کر اسے پر کشش بنایا تھا۔ اس نے حدید کی آنکھوں میں جھانکا۔ سیاہ آنکھیں اتنی حسین بھی ہو سکتی ہیں اسے اندازہ نہیں تھا۔ جذبات کی تبدیلی نے سامنے والے کی شخصیت ہی تبدیل کر دی تھی۔

"کیا میں اتنا پیارا الگ رہا ہوں جو زخرف میڈم مجھے دیکھتی ہی جا رہی ہیں؟" حدید نے شرارتی انداز سے کہا تو اسے اپنی بے ساختگی کا ادراک ہوا۔

"نہیں۔۔۔۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔" اس نے فوری پیچھے ہٹتے عذر تلاشا۔ وہ اس کی چوری پکڑ گیا تو زخرف کہاں چھپے گی۔

"تم کہہ رہی ہو تو مان لیتا ہوں۔" کندھے اچکا کر کہتے وہ اندر داخل ہوا۔ البتہ اس کی پرشوق نگاہیں اس کے رخسار کے تاثرات سے محظوظ ہو رہی تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ وہ یک دم ہی بے ساختہ ہوئی تھی اور یہ پل حدید کی یادداشت نے سلیقے سے محفوظ کر لیے۔

"دراصل میں مام کا۔۔۔" اس کے پوچھنے سے قبل اپنے آنے کا جواز بتاتے وہ بات کرتے کرتے رکا۔ "ایک منٹ یہ تم ننگے پاؤں کیوں گھوم رہی ہو؟" اس کی نظر بے ساختہ اس کے پاؤں پہ گئی تو وہ جواب طلب ہوا۔ یہ لڑکی جانے اتنی لاپرواہ کیوں تھی؟

www.novelsclubb.com

"تم نے کہا تھا تیزی سے آو۔" معصومیت بھری دھیمی سی سرگوشی تھی۔ لہجہ کچھ کچھ ناراضی لیے تھا۔ خود ہی تو کہا تھا کہ جلدی پہنچو اب بگڑ بھی رہا تھا۔

"زخرف" جذبات سے چور آواز سرگوشی۔

حدید کو اس پہ اتنا پیار آیا کہ اس نے اسے بانہوں میں لے کر محسوس کرنا چاہا۔ مگر وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اپنی بے بسی پہ کڑھ کر رہ گیا۔

"تم میری بات کو اتنا سیریس کیوں لے گئی؟" اسے ہاتھ سے تھام کر صوفہ پہ بٹھاتے ہوئے اس نے پیار سے پوچھا۔ یہ لڑکی سچ میں اسے پاگل کرنے پہ تلی ہوئی تھی۔ اگر وہ ایسے ہی اس کی بات مان لیا کرے گی تو وہ تو مر ہی جائے گا۔

"اب ہم دوست ہیں نا تو ایک دوسرے کی تمام باتیں بھی تو مانی ہیں نا۔"

معصومیت بھرے انداز سے وجہ پیش کی۔ اور حدید تو قربان ہی ہو گیا۔ اس نے نور کے پاؤں جو وہ ابھی تک زمین پہ لٹکائے بیٹھی تھی انہیں اٹھا کر صوفے پہ سیدھا کیا۔ اس کی پشت کے پیچھے کشن رکھا تاکہ وہ آرام دہ بیٹھ سکے۔ وہ حدید کے ان اقدام پہ جھینپ سی گئی۔ اب وہ یوں تھی کہ پشت صوفے کے ہتھے پہ رکھے کشن سے ٹکا رکھی تھی اور پاؤں پورے صوفے پہ پھیلے ہوئے تھے۔ خود وہ ٹیبل پہ پہلو جما

www.novelsclubb.com

کر بیٹھ گیا۔چندپل اس کے چہرے کے بدلتے زاویوں کو ازبر کرنے کے بعد اس نے سلسلہ کلام جوڑا۔

"اب تو ہم آفیشلی دوست ہیں نا؟"اس نے یقین دہانی چاہی۔چہرے پہ شوخی پھیلی ہوئی تھی جس کو زخرف محسوس نہ کر پائی۔اور کرتی بھی کیسے نگاہوں کو سختی سے اس پہ ڈالنے سے جو روک رکھا تھا۔

"ہاں"اس نے سر اوپر نیچے ہلا کر اس کا یقین کامل کیا۔

"ڈیٹ پہ چلو گی میرے ساتھ؟"

حدید نے شرارتی لہجے سے استفسار کیا۔کہنے کو وہ لنچ بھی کہہ سکتا تھا مگر اسے زخرف کو تنگ کرنے میں جو مزہ آنا تھا اور اس کا استعجاب اور حیرت بھرا جو چہرہ دیکھنا تھا وہ لنچ کہہ کر ممکن نہ تھا۔

"کاغذی شوہر کے ساتھ؟"چندپل شاک سے گزر کر اس نے نظریں اٹھائے مسکرا کر استفسار کیا تو حدید کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔اگر وہ اسے بیوی کہہ کر تنگ کرتا تھا

تو وہ بھی آج میدان میں آگئی تھی۔انٹرسٹنگ!

"کاغذی کو اگنور کرو اور شوہر پہ غور کرو۔"ہنوز شرارتی مسکراہٹ لبوں پہ سجائے حل تجویز کیا۔وہ اس کی چالاکیوں پہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"اچھا اور وہ کیوں؟"ابرو اچکا کر پوچھتے ہوئے وہ اس کی شرارت میں اس کا ساتھ دینے لگی۔اسے اب اچھا لگنے لگا تھا اس سے مذاق کرنا،اس سے شوخ ہونا،اس کی باتوں پہ ہنسنا اور اس کے شرارتی سوالوں کا جواب دینا۔الغرض زخرف نور کو اب حدید عالم کا ساتھ اچھا لگنے لگا تھا۔

"تمہارا کیا چلا جائے گا کر لو نا فوکس۔"اس کے سحر زدہ چہرے میں گم التجائیہ بولا تو وہ اس کی منت بھری آواز پہ لب دانتوں میں دبائے مسکرائی۔اس لڑکی کے سامنے حدید کے الفاظ ویسے بھی کم پڑ جاتے تھے۔

"ہم دوست بن کر بھی ڈیٹ پہ جا سکتے ہیں۔"اس نے میاں بیوی کے الفاظ سے دور دوستی میں پناہ چاہی۔

"لڑکا لڑکی کی بطور دوست ڈیٹ حلال نہیں ہوتی۔" جواب برجستگی سے موصول ہوا۔اس کی بات سمجھتے زخرف گردن پیچھے پھینک کر ہنسی۔ہونٹوں کو مکمل آزادی دیے وہ کھل کر مسکرائی۔ کھنکھتی، گونجتی، بے ریا مسکراہٹ۔حدید مبہوت اسے دیکھتا گیا۔جب سے وہ اس سے ملی تھی ایسا نظارہ دیکھنے کی اس نے ہمیشہ خواہش کی تھی جب وہ اس کے سامنے دل کھول کر ہنستی۔اپنی خواہش کی تکمیل پہ وہ رب کا مشکور ہوا۔چند پل اس کی بات سے محظوظ ہونے کے بعد نور نے واپس چہرہ اس کی جانب کیا جو یک ٹک اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اس کی نظریں محسوس کرتے وہ اپنی نگاہیں پھیر گیا۔یہ گستاخیاں اسے کسی دن ذلیل کروادیں گیں۔

www.novelsclubb.com

"اور میاں بیوی کی؟" دائیں ہاتھ کی مٹھی بنا کر ٹھوڑی کے نیچے ٹکاتے اس نے شوخ سا سوال پوچھا۔آخر جانے تو سہی کہ اس بزنس مین کے پاس کیا جواز ہے؟

زخرف کا چہرہ سرخ قندھاری ہو رہا تھا۔ہنسنے کے باعث اس کی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔وہ اسے مسکرانے اور قہقہے لگانے پہ مجبور کر دیتا تھا۔اب تو اس کا موجود ہونا

ہی زخرف نور کے لیے تشفی و راحت جاں بن چکا تھا۔ وہ خاموش بھی رہتا تو زخرف اس کو دیکھ کر ہی کھل جاتی۔

"وہ تو حلال ڈیٹ ہوتی ہے نا۔" نظروں کو حتی الامکان اس کی طرف کرنے سے باز رکھتے لاجک پیش کیا۔ جسے اس نے فوری مان لیا۔

"کہاں جانا ہے؟" اس نے اگلا قدم بڑھایا۔ قدم قدم بڑھ کر ہی تو فاصلے طے ہوتے ہیں۔ وہ اب تمام فاصلے طے کرنے کی متمنی تھی۔

"تمہارا شہر ہے تم ہی لے کر چلو۔" اس نے کندھے اچکائے۔ گویا یہ حق بھی تمہیں سونپا۔

"اور۔۔۔"

"بل تمہارا کاغذی شوہر ہی دے گا۔" اس نے اس کی بات بیچ میں ہی کاٹ کر اپنی کہی تو وہ منہ بسور گئی۔

"میں نے بل کا نہیں پوچھا۔" وہ خائف ہوئی۔

"اوہ سوری میں بس کلئیر کر رہا تھا۔ تم بولو۔" وہ ہمہ تن گوش اس کے الفاظ سننے کی چاہ کرنے لگا۔

"ڈرائیو میں کروں گی۔ ورنہ تمہیں ایڈریس سمجھانا مشکل ہو جائے گا۔" اپنے پاؤں کو واپس صوفہ سے نیچے کرتے بات مکمل کی۔ یہ اس کی جانے کی تیاری کا پہلا مرحلہ تھا۔

"یہ تو پرفیکٹ ہے۔اس بہانے میں تمہاری ڈرائیونگ بھی دیکھ لوں گا۔ میں نے سنا ہے پاکستان میں بغیر ڈرائیونگ لائسنس ہی لوگ ڈرائیو کرتے ہیں۔" اسے اٹھتا دیکھ وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم نے سو فیصد درست سنا ہے۔ میرے پاس بھی ڈرائیونگ لائسنس نہیں ہے۔" بغیر کسی شرمندگی کے انتہائی فخریہ لہجے میں باور کروایا۔ خیر پاکستانی جلد شرمندہ ہو جائیں ہو ہی نہ جائے۔

"زخرف" وہ تو صدمہ ہی لے گیا۔

"حدید "لبوں پہ مچلتی مسکراہٹ کو چھپاتے وہ اپنے کمرے کے قریب پہنچی اور چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔

"تم تو سمجھ دار ہو۔" دھچکے سے لبریز آواز۔اس نے اس غیر قانونی حرکت کو بمشکل ہضم کیا۔

"میں اسے کامپلیمنٹ لے رہی ہوں۔" ڈھٹائی سے جواب دیتے وہ کمرے میں غائب ہوئی۔

"تم برلن میں ڈرائیو نہیں کرو گی۔" اس نے وہیں کھڑے اونچی آواز میں تاکید کی۔کیونکہ اسے حکم دینے سے تو وہ قاصر تھا۔

"کروں گی اور تمہاری گاڑی ہی ڈرائیو کروں گی۔" اندر سے شرارتی آواز میں جواب آیا تو حدید گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔بہت ضدی ہے اس کی بیوی۔بچوں کی طرح وہی چیزیں کریں گی جس سے منع کیا جائے گا۔

www.novelsclubb.com

"وہاں تمہاری ضمانت کے لیے منسٹر دانیال کمال نہیں ہوں گے۔" اس نے اسے پاکستان اور جرمنی کا فرق سمجھانا چاہا۔

"پر میرا کاغذی شوہر تو ہو گا نا۔" دروازے کی پشت لگا کر کھڑی زخرف نے چہک کر کہا۔ دل بنا پٹڑی کے ٹرین کی طرح بھاگ رہا تھا۔ دھڑکن منتشر پڑی تھی۔ مسکراہٹ چہرے پہ جم گئی تھی۔ اسے شوہر کہنے کا احساس کتنا خوبصورت تھا اسے پہلے کیوں احساس نہیں ہوا۔ اور وہ تو اس کے بدلتے تیور پہ ہی ہکا بکا رہ گیا۔

"میں سیاسی بندہ نہیں ہوں۔" دروازے سے ٹیک ہٹا کر ڈریسنگ سے بیگ اٹھاتے ہوئے اس نے حدید کی دہائی سنی۔

"مگر برلن کے ٹاپ بزنس مین ہو۔" اندر سے ہی اونچی آواز میں باور کروایا۔ آیا بڑا خود کو عام سمجھنے والا۔

"تم مجھے سٹاک کرتی رہی ہو نا؟" وہ اس کے کمرے کے دروازے کے بالکل سامنے آ کر رکتے بولا۔

"تصحیح کرو۔ تم مجھے سٹاک کرتے رہے ہو۔" کمرے کا دروازہ کھولا تو اسے سامنے کھڑا دیکھ جتایا۔

"تیار ہو؟" اسے اتنی پاس دیکھ کر حدید کے الفاظ پھر سے گم ہو گئے۔ گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ خود کو کمپوز کرتے اس نے محض یہی پوچھا۔

"اب بات نہیں بدلو۔ ویسے یہ تو بتاو تمہیں کیسے پتا لگ جاتا تھا کہ میں کہاں ہوں۔" اس کی سیاہ آنکھوں میں اپنی سیاہ آنکھیں ڈالیں تو وقت وہیں تھم گیا۔ چند لمحات تو دونوں کی بولنے کی صلاحیت مفقود ہو گئی۔ آنکھوں نے ان گنت پیغامات منتقل کیے۔ پیغام رسانی کے بعد جذبات کی دھیمی آنچ نے عجیب سی کیفیت قائم کر دی۔ زخرف نے پہلی بار اتنی غور سے اس کی آنکھیں دیکھی تھیں۔ حدید کی آنکھوں کی لمبی پلکوں سے بھی اس کی پہلی آشنائی تھی۔ اس کے دل نے اس مرد کی محبت سے لبریز آنکھوں کو ڈھانپنے والی ان لمبی اور گہری پلکوں کو چھونے کی خواہش کی۔ دل کی صدا پہ لبیک کہتے اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا ڈالا۔ دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں کی

پوروں سے انہیں محسوس کیا۔ حدید شل سب دیکھتا رہا۔ اگر یہ خواب تھا تو وہ تاعمر اسی میں رہنا چاہتا تھا۔ اگر حقیقت تو وہ وقت کو یہیں روک دینا چاہتا تھا۔ زخرف کی نظریں اس کی نظروں سے ملیں تو اس نے انہی دو انگلیوں کو اس کے ماتھے پہ لے کر جاتے یوں ہلایا گویا کچھ پرے ہٹایا ہوا۔

"وہ۔۔۔ مچھر تھا۔" بے ساختگی سے کیے جانے والے عمل کو چھپاتے ہوئے اس نے لب کاٹے۔ اور حدید تو اس لمس پہ دنیا وار سکتا تھا۔

"تھینکس" وہ بلاوجہ بولا۔ چہرے پہ سوگوار سی مسکراہٹ تھی۔

"کس لیے؟" اس سے دور ہٹتے ہینڈ بیگ کندھے پہ درست کرتے کم فہمی سے پوچھا۔

"ہر چیز کی وجہ تو نہیں ہوتی۔ چلیں؟" اس نے بات تبدیل کی تو وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گئی۔

"شیور۔ تم جا کر بیٹھو۔ میں بس اپنی ہیلز تبدیل کر لوں۔"

"جیکٹ بھی پہن لینا۔" اس کے سراپے پہ ایک نظر ڈال کر اس نے نصیحتاً کہا۔ وہ تو یوں ہی چلنے کو تیار کھڑی تھی۔

"اوہ یاد ہی نہیں رہا۔ دراصل کمرے میں ہیٹر آن تھا تو اندازہ ہی نہیں ہو پایا کہ باہر سردی ہے۔"

"میں گاڑی کے باہر انتظار کرتا ہوں۔ تم آجاو۔"

"بس دو منٹ میں آتی ہوں۔" اسے باہر جانے کا کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆

محمود آغا نے سیب کی قاش کو بستر پہ ٹیک لگا کر بیٹھی عائشہ کی طرف بڑھاتے انہیں اطلاع دی۔

"آج مجھے نور کا پیغام موصول ہوا۔ وہ اب ماضی کو جاننے کی متمنی نہیں ہے۔"

وہ کچھ پر سکون سے تھے۔ چہرہ اضطراب سے پاک دکھا۔

"اس نے آپ کو نہیں ایجنسی کے بندے کو پیغام دیا ہے۔" سیب کی قاش پکڑتے انہوں نے جتایا۔ آخر کو کتنے ہی عرصے سے وہ اپنی پوتی سے ایجنسی کے گمنام فرد کی حیثیت سے رابطے میں تھے۔

"جو بھی ہے۔" انہوں نے لاپرواہی سے کہا۔ اور ایک قاش خود منہ میں ڈالی۔

"اور آپ کو کیا لگتا ہے؟"

وہ انہیں جانچتی نگاہوں سے دیکھتے مستفسر ہوئی۔ استعجاب ان کے چہرے سے ہی عیاں ہو رہا تھا۔

"مجھے حیرت تو ہو رہی ہے کہ اچانک اسے کیا ہو گیا۔ مگر سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

سنجیدگی اور اضطراب یک دم دوڑ کر ان کے چہرے پہ چھا گیا۔ اچانک اس کا پیچھے ہٹنا

ان کے لیے کم فہم تھا۔ وہ نور کی رمز سے بخوبی واقف تھے وہ اتنی آسانی سے پیچھے ہٹ رہی تھی تو انہیں اچنبھا ہونا تو بنتا تھا۔

"وہ اس بار وہاں سے شروع کرے گی جہاں آپ سب کی سوچ ختم ہوتی ہے۔"

انہوں نے گویا مستقبل کا نقشہ کھینچا۔ آخر کو وہ ماں تھی۔ اپنی بیٹی کی ہر حرکت سے با خبر بھی۔ اس کی سوچ کے اندر تک رسائی حاصل کیے ہوئے۔

**("میں تمہیں ایک نام بھیج رہی ہوں۔ مجھے اس کی پوری زندگی کا خاطہ چاہئے۔ وہ کہاں سے پڑھا؟ کیا ملازمت اختیار کی؟ کیا وہ کوئی بزنس مین تھا؟ یا عام آدمی؟ یا کچھ اور؟ اس کی بیوی؟ بچے؟ اور اس کی موت؟" حدید کے باہر جانے کی یقین دہانی کرنے کے بعد اس نے ایک نمبر ملا کر ضروری پیغام زبانی ارسال کیا۔)**

"تمہارا مطلب ہے کہ میں اور حدید اتنے لاعلم رہیں گے۔" انہیں گویا زک پہنچی۔

پتا نہیں ان کی بہو انہیں اتنا انڈر ایسٹیمیٹ کیوں کر رہی تھی۔

"حدید کہتا ہے کہ کوئی اسے بیوقوف نہیں بنا سکتا اور میں ہمیشہ ہنس دیتی ہوں۔

جانتے ہیں کیوں؟ کیونکہ میری بیٹی کسی کو بھی بیوقوف بنا سکتی ہے۔" وہ محظوظ

ہوئی۔ اپنی بیٹی کی قابلیت بتاتے یقیناً وہ فخر تھا جو ان کے چہرے پہ رقصاں تھا۔

**(دوسری جانب فون پہ بتی جلی تو ایک نام جگمگایا۔ وہاں دو الفاظ لکھے تھے۔ 'القمان عالم'**

**اس اہم کام کے بعد اس نے جیکٹ پہنتے اور ہیلز تبدیل کرتے باہر کو قدم دھرے۔)**

"پھر وہ اب تک تمہارے معاملے میں کیسے بیوقوف بنی ہوئی ہے؟" انہوں نے جاننا

چاہا۔ اگر وہ اتنی ہی ذہین اور عقلمند ہے تو اب تک یہ کیوں نہیں پہچان سکی کہ

عائشہ سب ناٹک کر رہی ہے۔

www.novelsclubb.com

"میرے معاملے میں وہ جذباتی ہے۔اسی لیے مار کھا گئی۔ورنہ وہ ایک آنکھ سے اداکاری پہچان سکتی ہے۔اور یہی بات مجھے خوفزدہ کرتی ہے۔"سیب کو بمشکل حلق سے گزارتے انہوں نے اپنے اندیشوں کا اظہار کیا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ میں نے اس کا مان توڑا ہے۔اسے دھوکا دیا ہے۔"آنکھوں میں کرچیاں تھیں وہی جو اس سچائی کو جاننے کے بعد ان کی بیٹی کی آنکھوں کی زینت بنا تھی۔

"یہ سب اس کی حفاظت کے لیے کیا گیا ہے۔"تسلی دینے کی ادنی سی کوشش کی گئی۔

www.novelsclubb.com

"آپ کچھ بھی کہہ لیں۔دھوکہ،دھوکہ ہوتا ہے۔اور جب وہ انسان آپ کو دھوکہ دے جس پہ آپ خود سے زیادہ بھروسہ کرتے ہوں تو دنیا سے اعتبار اٹھ جاتا ہے بابا۔میری بیٹی بہت تڑپی ہے۔ باخدا اس کے ایک ایک آنسو کا حساب لوں گی میں

ان سب سے جنہوں نے مجھے یہ کرنے پہ مجبور کیا۔" آنکھوں میں شرارے پھوٹ رہے تھے۔انتقام ان کے پورے جسم میں خون کی مانند دوڑ رہا تھا۔

"عائشہ تم قصوروار نہیں ہو۔" جانے کیوں لیکن وہ یقین دہانی کروانا چاہ رہے تھے۔

"قصوروار تو لقمان بھی نہیں تھا بابا۔ قصوروار تو حدید بھی نہیں تھا۔ قصوروار تو میری نور بھی نہیں ہے۔یہ دنیا تو بغیر گناہ کیے سزا دیتی ہے۔"ماضی کے زخم تھے جو ناسور بن چکے تھے۔اور پل پل انہیں تڑپاتے اور کرلاتے تھے۔

"حوصلہ کرو۔"ان کے سر پہ دست شفقت رکھ کر تشفی آمیز لہجے سے کہا۔

"وہی تو کر رہی ہوں بابا ورنہ کب کی دم توڑ جاتی۔خیر میں بھی کیا لے کر بیٹھ گئی ہوں۔"آنکھوں میں اترتی نمی کو صاف کرتے وہ مصنوعی سا مسکرائی۔

"عائشہ کیا تمہیں سچ میں لگتا ہے کہ تمہارا ایکسیڈنٹ صرف ایک حادثہ تھا۔"کئی دنوں سے ذہن میں پنپتے سوال کو الفاظ کی زبان دی۔

"بالکل اسی طرح جیسے سب کو لگتا ہے کہ لقمان اور آدم کا قتل ایک حادثہ تھا۔"

طنزیہ لہجہ۔

"میرا نہیں خیال کہ وہ تمہیں نقصان پہنچائے گا۔" جانے کس خیال کے تحت کہا۔

"بھول ہے آپ کی بابا۔ وہ تو انسان ہی نہیں ہے جو اس سے انسانیت کی توقع کی جائے۔"

ایک بے نام سی آگ تھی جو ان کی آنکھوں میں دکھائی دی۔

"اب تمہارے زخم کیسے ہیں؟ سر میں درد تو نہیں ہوتا زیادہ؟" انہوں نے موضوع تبدیل کرنا چاہا۔

"یقین جانیں جب میری گاڑی ٹرک سے ٹکرائی تھی تو میں نے موت کو اپنے سامنے دیکھا تھا۔ اسی لمحے مجھے وہ دونوں یاد آئے بابا۔ اگر میں مر جاتی تو میری

www.novelsclubb.com

موت بھی حادثاتی ہی ٹھہرتی۔" وہ تو کسی دوسرے موضوع پہ آنے کو تیار ہی نہ تھی۔

"ایسی باتیں نا کیا کرو۔ میرے پاس تم دونوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔" کٹتے دل سے بے ساختگی میں کہا۔ ایک بیٹا تھا جو قتل ہو گیا۔ ایک بہو تھی جو ہر وقت ایک ان دیکھی اذیت میں جکڑی رہتی تھی۔ ایک پوتی تھی جو انتقام کے راستے پہ نکل پڑی تھی۔ جانے اس کا کیا انجام ہوتا؟

"ہم کتنے خود غرض ہوتے ہیں نا بابا۔ صرف اپنا سوچتے ہیں۔ کبھی آپ نے سوچا کہ اس وقت حدید کے پاس بھی کوئی نہیں تھا۔ اس کا واحد سہارا اس کا باپ تھا۔" حدید کے لیے ان کی ممتا کی کوئی حد نہیں تھی۔

"کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ تم نور سے زیادہ محبت حدید سے کرتی ہو۔" انہوں نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

"حدید وہ بچہ ہے بابا جس کو دیکھ کر میں نے پہلی بار اپنے اندر عجیب سے احساسات محسوس کیے تھے۔ وہ مجھے اپنی اولاد کی مانند عزیز ہے۔" غصے اور انتقام سے بھری آنکھوں میں اچانک ہی نرمی آگئی۔ حدید کا ذکر ان کے جلتے دل پہ ٹھنڈک کی مانند ہوتا تھا۔

"وہ تمہیں اپنی ماں کی طرح ڈیل کرتا ہے۔" مسکراتا لہجہ۔ حدید کی عائشہ کے لیے محبت اور عزت ان سے پوشیدہ تو نہ تھی۔

"تو کیا ساس کی طرح کرے گا؟" وہ مسکرائی۔

"خیر کرنا تو چاہیے۔ اب تم ساس ہی ہو اس کی۔" ابرو اچکا کر جواب دیا۔

"فار گاڈ سیک بابا"

وہ بیڈ سے اٹھ گئی۔ انہیں تازہ دم ہونا تھا۔ مگر ٹانگ میں اچانک ہی تکلیف اٹھی جس کو وہ صفائی سے چھپا گئی۔

"کیا میں بھی چلوں برلن؟" وہ ان کے تکلیف چھپانے پہ مسکرائے۔ عائشہ کو عادت تھی اپنے غم اور فکریں چھپانے کی۔

"ابھی نہیں۔ کیونکہ مجھے پوری امید ہے کہ نور گڑے مردے اکھاڑے گی۔ اور یقین جانیں یہ چیز مجھے ڈراتی ہے۔" اپنے بالوں کو جوڑے میں لپیٹے سر پہ لگی چوٹ پہ ہاتھ لگا تو وہ سسک اٹھی۔ ابھی تک تکلیف کم نہیں ہو رہی تھی۔ جانے ان کی قوت مدافعت اتنی مضبوط کیوں نہ تھی۔

"تم تو کہتی ہو کہ اسے سب علم ہونا چاہئے۔" انہی کی کہی بات یاد کروائی۔

"رازوں سے آگاہی معصومیت چھین لیتی ہے بابا۔ اور میں نہیں چاہتی کہ وہ انتقام کے جال میں پھنسے۔" بیٹی کی فکر میں گھلتی وہ صرف ایک ماں تھی۔ جو اپنی بیٹی کو ہر برے نتیجے سے بچانا چاہتی تھی۔

"تم نے حدید کو تو انتقام سے نہیں روکا۔" انہیں اچانک ہی اپنی پوتی سے ہمدردی ہوئی۔ اس کی ماں اپنی بیٹی سے زیادہ داماد سے محبت کرتی تھی۔

"نور نے صرف باپ کھویا تھا۔ حدید نے اپنی معصومیت، اپنا بچپن، اپنی عزت سب گنوائی تھی۔ وہ حق رکھتا ہے کہ اپنے ساتھ ہونے والے ظلم پہ سامنے والے کی جان لے لے۔" نم آنکھوں میں یک دم ہی چنگاریاں اتر آئیں۔

"یقین نہیں آتا کہ تم ڈاکٹر ہو جو مسیحائی کرتی ہے۔" وہ جھرجھری لے کر رہ گئے۔

"آپ کیسے بھول سکتے ہیں بابا میں آدم محمود کی بیوی بھی ہوں۔" کچھ عجیب سا تھا ان کے لہجے میں۔ محمود آغا کی گردن جھک گئی۔

"دونوں ماں بیٹی مل کر مجھ بوڑھے کو ڈراتے ہی ہو۔ ایک طرف آدم محمود کی بیوی تو دوسری طرف حدید عالم کی بیوی۔ ہونہہ" وہ جل کڑھ کر بولے۔ بجائے اس کے کہ وہ ریٹائرمنٹ کے بعد سکون کرتے وہ تو اپنے خاندان کی عورتوں سے ڈر کر ہی جی رہے تھے۔

"اور جیسے آپ ڈر جاتے ہیں۔" انہوں نے جتایا۔

"اچھا اب آرام کرو۔ تمہارا پاسپورٹ میں نے حدید کے حوالے کر دیا تھا۔ صبح تم لوگوں کی فلائٹ ہے۔ابھی کچھ دیر تک تمہیں ڈسچارج کر دیں گے۔ حدید اور نور دونوں آئیں گے اور تمہیں پھر سے اداکاری کرنی ہو گی۔" ایک ہی سانس میں ساری بات اور ترکیب ان کے گوش گزار کی۔

"بیٹی اداکارہ بننا چاہتی تھی ماں مفت میں ہی بن گئی ہے۔" منہ بسور کر کہا۔لہجہ اکتایا ہوا تھا۔

"تم اپنی بیٹی سے دو ہاتھ آگے ہو۔" انہوں نے ٹھوکا دیا۔

"میں معصوم ہوں بابا۔" چہرے پہ نہایت بے چارگی سجائے وہ معصومیت سے بولی۔البتہ چہرے پہ شرارت تھی۔

"بس بس رہنے دو۔"

ان کے منہ بسورنے پہ عائشہ کھل کر ہنسی۔ محمود سے ان کا رشتہ دوستی کی نوعیت کا

تھا۔ وہ ہم راز تھے۔ وہ ایک ہی راستے پہ چلنے والے ایک ہی منزل کے طلب گار تھے۔

☆☆☆

حدید نے گاڑی کی چابی تلاشنا چاہی تو خالی جیبیں منہ چڑھاتی رہیں۔ چہرے کے تاثرات میں بے چینی جھلکی۔ اچانک چابی کہاں غائب ہو گئی تھی۔ اسی وقت اپنی پشت پہ کسی کے نرم لمس پہ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ مسکرا کر اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ حدید نے نا سمجھی سے اس کے چہرے کو جانچا۔

"اسے ڈھونڈ رہے ہو؟" چابی اس کے چہرے کے آگے لہراتے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں۔ مگر یہ تمہارے پاس کیسے آئی؟" ماتھے پہ شکنیں خود ہی وارد ہو گئی تھیں۔ وہ اتنا لاپرواہ تو نہیں تھا۔

"شوہر گھروں کے دروازے بغیر چابی کے کھول سکتا ہے تو بیوی کیا چابی نہیں چرا سکتی۔" خاصا چڑانے والا انداز تھا۔

"اب تم مجھے تنگ کرو گی؟" اس کے ہاتھ سے چابی پکڑتے خفا خفا سا بولا۔ اسے تنگ کرنے میں مزہ آتا تھا ہونے میں نہیں۔

"ہاں کروں گی۔ کیوں کیا نہیں کرنا چاہئے؟" براہ راست اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا تو وہ ان آنکھوں کے سوا کچھ دیکھ ہی نہ پایا۔

"کر لو تمہیں اجازت ہے۔" جس لہجے میں وہ بولا زخرف سانس نہیں لے سکی۔ خود کو سنبھالتے اس نے لبوں کے کنارے پھیلائے۔

"اندر گر گئی تھی چابی۔" وضاحتی انداز۔

"تم چرا بھی لیتی تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔" صفائی رد کی۔ اجازت کھل کر دی۔

"میں جب چوری کروں گی تو وہ چیز بے حد نایاب اور قیمتی ہو گی۔ ان مادی چیزوں کے لیے مجھے چوری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اپنا معیار بتانے کے بعد حدید کی گاڑی کی جانب اشارہ کر کے بولی تو وہ مسکرایا۔

"خیر نایاب ترین چیز تو وہ پہلے ہی چرا چکی تھی۔" حدید سوچ کر رہ گیا۔

"اب چلیں مادام۔ صبح فلائٹ ہے تو آپ نے آرام بھی کرنا ہو گا۔ آفٹر رول آپ اپنی بیوٹی سلیپ پہ سمجھوتا تو نہیں کریں گی۔" حدید نے اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

"بہت علم ہے میری روٹین کا۔" ناک سکوڑ کر جواب طلبی کی۔

"سو تو ہے۔" انکار نہیں کیا۔

"تم اب بھی مجھے سٹاک کر رہے ہو۔ لکھوا لو مجھ سے۔" مکمل یقین کے ساتھ ٹھوس لہجے میں کہا۔

"آپ کے الفاظ ہی یقین دہانی کو کافی ہیں۔ لکھوا کر کیا کرنا میں نے؟" سر کے خم سے قبولیت کا عندیہ دیا تو وہ جھینپ گئی۔

"اتنی فرمانبرداری نہ دکھایا کرو۔" اسے ٹوک دیا۔

www.novelsclubb.com

"جو حکم مادام" سر کے خم کے ساتھ بایاں ہاتھ سینے پہ بھی گیا تھا۔اس انداز پہ وہ بری طرح شرمائی۔

"مادام بھی نہ کہا کرو۔" ایک اور حکم نامہ جاری کیا۔

"پھر کیا کہوں؟"

"زخرف۔۔۔تم مجھے زخرف ہی کہہ کر پکارا کرو۔" نئی فرمائش۔

"کوئی خاص وجہ؟"

"پوری دنیا میں صرف دو لوگوں نے مجھے زخرف کہہ کر پکارا ہے۔ایک اس دنیا میں نہیں رہا۔میں چاہتی ہوں میرا یہ نام قائم رہے۔" آنکھوں کی جلتی جوت پھڑ پھڑانے لگی تو حدید نے واپس لو لگا دی۔

"ایسا ہی ہوگا۔" وہ اس کے خود کے ساتھ برتے جانے والے مودبانہ انداز کی قائل ہوئی۔

"جلدی بیٹھو۔ابھی تمہیں شہر بھی تو گھمانا ہے۔" وہ تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھی تو حدید نے دروازہ بند کیا۔پھر اس کے برابر والی نشست پہ آ کر براجمان ہوا۔ اس نے اگنیشن میں چابی گھمائی اور گاڑی کو سڑک پہ ڈال دیا۔چند پل خاموشی کی نظر ہوئے۔

"سیٹ بیلٹ باندھو یار۔" اسے یونہی ڈرائیونگ کرتے دیکھ حدید نے اپنی طبیعت کے ہاتھوں مجبور تاکید کی۔

"کون پاگل سیٹ بیلٹ لگاتا ہے۔" اس نے گویا سیٹ بیلٹ لگانے والوں کا مذاق اڑایا۔گئیر تبدیل کیا تو رفتار مزید بڑھ گئی۔

"میں لگاتا ہوں۔" حدید نے برا منایا۔

"تو تمہارے پاگل ہونے میں شک بھی تو نہیں ہے۔" اس نے براہ راست اس کا مذاق اڑایا۔وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔بہت بے ادب تھی یہ لڑکی!

www.novelsclubb.com

"بات کو مت بدلو۔ جلدی سے سیٹ بیلٹ باندھو۔ ورنہ میں تمہیں ڈرائیونگ نہیں کرنے دوں گا۔" وہ اس کی بات اگنور کر کے اسے ہدایات سے نوازنے لگا۔

"جیسے میں تمہاری بات مانوں گی۔ اور ہاں۔۔۔" سراسر اس کی بات کو ہنسی میں اڑاتے اس نے سامنے بند اشارے کی طرف دیکھا۔ پھر حدید کی طرف۔۔۔ حدید کو ان نگاہوں میں واضح شرارت نظر آئی۔

"تم کیا کرنے والی ہو؟" اسے تنبیہی نگاہوں سے پرکھتے پوچھا۔ یہ لڑکی لازمی کوئی کارنامہ سرانجام دینے والی تھی۔

"ون۔۔ ٹو۔۔ تھری" اس نے کاونٹ ڈاون شروع کیا تو حدید کے چہرے پہ ناسمجھی کی لکیریں ابھریں۔

وہ اشارہ توڑتے گاڑیوں کے ہجوم، ہارن کی تیز آوازوں میں گاڑی وہاں سے نکال لائی۔ حدید گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔ یہ لڑکی ذرا جو سنجیدگی سے قوانین کی پاسداری کر لے۔

اس کے معاملے میں وہ خطرہ نہیں مول سکتا تھا۔اسی لیے اسے کافی دیر سے سمجھا رہا تھا۔جو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکالتے اسے آس پاس کی عمارات اور ریستوران کے بارے میں معلومات فراہم کر رہی تھی۔جس کے بارے میں اس کو کوئی تجسس نہیں تھا۔

"نور۔۔۔نور میم" اچانک ان دونوں کو باہر سے آواز آئی۔بیک وقت دونوں نے چہرہ موڑا۔یہ کون گستاخ تھی؟

ان کے برابر سڑک پہ چلتی گاڑی میں پچھلی سیٹ پہ بیٹھی لڑکی نے ہاتھ ہلا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔وہ کوئی چودہ، پندرہ سال کے قریب ایک کیوٹ سی لڑکی تھی۔نور کی توجہ پا کر اس لڑکی نے فوری گاڑی رکوائی تو زخرف نے بھی گاڑی روک دی۔حدید ان کی حرکات و سکنات سے کچھ اخذ کرنا چاہ رہا تھا۔اس کی گاڑی کو رکتے دیکھ وہ لڑکی برق رفتاری سے باہر نکل کر اس کی طرف آئی تو نور نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔حدید نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔یہ کیا ہو رہا تھا؟

www.novelsclubb.com

"Ma'am I'm your biggest fan"

وہ لڑکی نور کو دیکھ فین مومنٹ کے زیر اثر بولی تو اس کے لب مسکرائے۔ حدید نے کاربن ڈائی آکسائیڈ ہوا کے سپرد کی۔

"Aww, So sweet of you."

نور نے لبوں کو گول کر کے کہا۔ اسے اپنی یہ چھوٹی سی فین گرل پسند آئی تھی۔ چہرے کے تاثرات ہی یہ بتانے کو کافی تھے۔

"Can I hug you?"

("کیا میں آپ کے گلے لگ سکتی ہوں؟")

آنکھوں میں امید لیے اس نے نور کے رخسار دیکھے جو گلابی ہو رہے تھے۔ اس کی فیورٹ ٹک ٹاکر تو اصل زندگی میں بھی بے حد پیاری تھی۔

"Yeah, sure."

نور نے اجازت دی تو وہ اس کے گلے لگ گئی۔

"You know , I have separate folder of all of your Tiktok videos. I'm truly inspired by you. And want to be like you."

("آپ جانتی ہیں آپ کی ٹک ٹاک ویڈیو کے لیے میں نے ایک خاص فولڈر رکھا ہے۔ میں حقیقتاً آپ سے متاثر ہوں اور آپ جیسی بننا چاہتی ہوں۔")

وہ لڑکی جو قد میں نور سے چند انچ کم تھی۔ وہ سچ میں اس کی بیوی کی بہت بڑی مداح لگتی تھی۔ وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔ چند منٹ اس سے باتیں کرتی، ہنستی مسکراتی، شرماتی لجھاتی، اس کے ساتھ سیلفی لیتی وہ لڑکی اپنے ڈرائیور کے بلانے پہ واپس چلی گئی۔ اس ساری کاروائی کو بے دلی سے دیکھتے حدید سخت بدمزہ ہوا۔ اس لڑکی کے جانے کے بعد زخرف نے اس کی طرف دیکھا تو وہ زبردستی مسکرایا۔

"فینز ملتے رہتے ہیں۔اٹس نارمل" حدید نے سر کو خم دیا۔وہ اس سے زیادہ کوئی تاثر دے بھی نہیں سکتا تھا۔

"ویسے کتنی بہترین جگہ رکے ہیں۔یہ پیراڈائز ٹاور ہے۔فیصل آباد کی نشاندہی۔۔۔ ہماری آن، ہماری بان، ہماری شان "اس نے ایک عمارت کی طرف اشارہ کر کے چہکتے ہوئے کہا تو حدید نے اس کی تعریفوں کے انبار پہ عمارت کی طرف دیکھا۔اور دیکھنے کے بعد یک لخت اس کے ابرو بے یقینی اور حیرت سے اکٹھے ہوئے۔

"یہ آن، بان، شان۔۔۔ سیریسلی؟" وہ گویا ہنسا۔بھلا یہ کیسی شے تھی جس پہ وہ اتراتی۔

"ایسے طنزیہ ہنسو گے تو باخدا فیصل آباد کے باہر چھوڑ کر آؤں گی۔پھر جدھر مرضی جانا" پل بھر میں وہ غصے میں آگئی۔

"اوکے سوری سوری" غلطی کر دی تھی اس نے فیصل آبادی کے سامنے اس کے شہر پہ طنز کر کے۔


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"مگر یہ فیصل آباد کی نشاندہی کیسے کرتی ہے؟ میرا مطلب کہ یہ عمارت اتنی پرانی تو نہیں لگتی جو یہ کسی شہر کی پہچان بنے۔" جلدی جلدی صفائی پیش کی۔ اس سے پہلے کہ اس کے خانے میں کسی گستاخی کا اضافہ ہوتا۔

"دراصل یہ عمارت پچھلے چند سال پہلے نامکمل تعمیر کے مراحل طے کر کے اس مقام تک پہنچی۔ اور پھر ادھر ہی رک گئی۔ اب سالوں سے یہ جوں کی توں کھڑی ہے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ آئندہ نسل فیصل آباد کو نامکمل جنتی ٹاور سے ہی پہچانیں گے۔" اسے تفصیل بتا کر وہ خود بھی ہنسی۔ گویا اپنے کہے الفاظ پہ محظوظ ہوئی۔

"جنتی ٹاور؟" بھنویں سکیڑے اس کی طرف دیکھا۔ یہ کیسا نام تھا؟

"پیراڈائز ٹاور" اس نے وضاحت دی تو وہ دونوں کھل کر ہنسے۔ یہ لڑکی فنون لطیفہ میں بھی کمال تھی۔

"میں نے جو سنا تھا وہ سچ پایا۔" وہ برجستگی سے بولا۔

www.novelsclubb.com

"کیا سنا تھا؟" پورا رخ اس کی جانب پھیر کر پر تجسس سا بولی۔ آخر اس نے کیا سن لیا تھا؟

"یہی کہ فیصل آباد والے ہر بات میں مزاح کا تڑکا لگانا اپنا فرض اول گردانتے ہیں۔" زید کے بعد اپنی بیوی کی باتوں سے وہ سخت قائل ہو چکا تھا کہ فیصل آباد میں رہنے والے لوگ عام نہیں ہوتے۔ کچھ خاص قسم کا سینس آف ہیومر ان کے اندر رچا بسا ہوتا ہے۔

"بس ماحول کا اثر" اس نے کندھے اچکائے۔

"ویسے سیریس نہیں لینا اس جنتی ٹاور کو۔ فیصل آباد کی اصل پہچان گھنٹہ گھر ہے۔ اس کے ارد گرد آٹھ بازار ہیں۔ اگر اونچائی سے دیکھو تو اس کو ڈیزائن کرنے والے کو داد دو۔ ویسے یہ انگریزوں کا بنایا انفراسٹرکچر ہے۔ چلو کوئی تو اچھا کام کر گئے۔ میں تمہیں وہاں بھی ضرور کر بھی جاوں گی۔ مگر پہلے ریسٹورنٹ چلتے ہیں۔ کافی بھوک محسوس ہو رہی ہے اور تو اور یہیں قریب میں میرا پسندیدہ ریسٹورنٹ ہے۔ میں اور

برہان ہمیشہ یہیں سے کھانا کھاتے ہیں۔اب تو میرے پروفیشنلز کو بھی میری پسند کا علم ہے۔ تمہیں وہاں کی بریانی لازمی کھانی چاہیئے۔افففف۔۔۔منہ میں پانی آجاتا ہے۔" وہ لگاتار بولتی گئی اور وہ ہمہ تن گوش اسے سنتا گیا۔کیسا خواب ناک سا ماحول تھا۔وہ پوری عمر گزار دیتا تو بھی نہ اکتا پاتا۔

"تم کھلاؤ گی؟"اس کی ساری گوشہ نشینی کے بعد وہ محض یہی پوچھ پایا۔

"ضرور لیکن بل تو تم ہی دو گے۔ہے ناں؟"اس نے پرانی بات کا حوالہ دے کر پوچھا۔جس پہ اس نے سر کو خم دے کر مثبت اشارہ کیا۔

گاڑی کو پارکنگ میں کھڑی کرتے وہ دونوں ریسٹورنٹ میں چلے گئے۔

☆☆☆

یہ ایک پر نفیس، پر تعیش اور خوبصورت ریسٹورنٹ تھا۔جس کا انٹیریئر دیکھنے لائق تھا۔نورا اپنے مخصوص ٹیبل کی طرف بڑھی تو مینیجر نے اسے سلام کیا۔حدید اندازہ

لگا چکا تھا کہ وہ واقع ان کی باقاعدہ گاہک ہے۔اس نے نور کو اختیار دیا کہ وہ اپنی مرضی کا کھانا آرڈر کر دے۔

کھانے کے ساتھ ساتھ گفت و شنید کا دور چلا پھر حدید نے مزید سیاحت کی خواہش ظاہر کی۔اگرچہ اسے فیصل آباد دیکھنے سے کوئی غرض نہیں تھی وہ بس زیادہ سے زیادہ وقت اپنی بیوی کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔برلن میں یہ موقع میسر نہیں آنا تھا۔وہ اس کے سنگ کئی یادیں سمیٹنا چاہتا تھا۔جانے زندگی اسے دوبارہ موقع دیتی بھی یا نہیں۔

"ماما کو ہاسپٹل سے پک کرنا ہے۔میرے خیال میں باقی سیر پھر کبھی کر لیں گے۔" زخرف نے اس کی طرف دیکھتے مثبت جواب چاہا۔

"کب؟"

"جب تم دوبارہ پاکستان آو گے۔" وہ اس 'کب' کا مطلب سمجھنے سے قاصر تھی۔

"اور تمہیں ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ میں دوبارہ لوٹوں گا۔" پانی کا گھونٹ جو گلے کو تر کرنے کے لیے بھرا گیا تھا اس کے سوال نے خشک کر دیا۔

"کیا مطلب؟" سیاہ آنکھیں چھوٹی کر کے اس کے چہرے پہ جماتے مستفسر ہوئی۔

"مطلب کہ میں اب دوبارہ پاکستان آنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔" وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کے یہ الفاظ سامنے بیٹھی لڑکی پہ بہت بھاری ثابت ہوئے تھے۔

"کیوں؟" سوال بے اختیار ادا ہوا۔

"کوئی جواز ہی نہیں ہے۔" لاپرواہ سا انداز۔ نپے تلے الفاظ

"اس بار آنے کا کوئی جواز تھا؟" موہوم سی امید جاگی۔

"مام" امید کو توڑ دیا گیا۔

"اور اگر مام ہی بلائیں تو بھی نہیں آوگے؟" خود کو تسلی دینے کی کوشش کی۔

"مام مجھے دوبارہ نہیں بلائیں گیں۔" اٹل لہجہ۔


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تم اتنا پر یقین کیسے ہو؟" چہرہ سنجیدہ، آنکھیں اداس، دل بے تاب اور ذہن میں مچا شور اسے الجھا رہے تھے۔

"کیونکہ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتی۔" اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تو وہ جیسے خواب کی کیفیت سے جاگی۔ سر کو ہلا کر اس نے خود کو ہشاش بشاش ظاہر کروایا۔ مگر اندر سے وہ ڈر گئی تھی۔ اور کیوں ڈری تھی یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔

"مجھے قبرستان جانا ہے۔ کیا تم مجھے پہلے وہاں لے جاؤ گی؟" اس کے تاثرات پہ نظر ثانی کرنے کی بجائے اس نے اپنا مدعا بیان کیا تو وہ گھبرا ہی تو گئی۔

"قبر۔۔۔قبرستان؟ کیوں؟" سرد سی لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی کو چھو کر گزری۔

"اپنے بابا کی قبر پہ جانا ہے۔" سرسری سا انداز تھا۔ مگر اس کی آنکھیں؟ زخرف نے ان آنکھوں کو پل بھر میں رنگ بدلتے دیکھا۔ ان سیاہ پتلیوں میں واضح زخم

www.novelsclubb.com

دیکھے۔ان کے گرد سفید رنگ پہ سرخ نسوں کو نمایاں ہوتا دیکھا۔وہ سانس بھی نہ لے سکی۔

"ضرور۔"وہ کچھ بھی نہ بول سکی۔ویٹر بل لے کر آیا تو حدید نے ادا کیا اور وہ دونوں پارکنگ کی طرف بڑھ گئے۔

"کیا تم راستہ جانتے ہو؟"اس نے حدید کی آنکھوں میں دیکھنے کی غلطی نہ کرتے ہوئے سرسری سا پوچھا۔

"ہاں"

"کیا باقی کی ڈرائیونگ تم خود کر لوگے؟"نگاہیں اپنی ہیلز پہ جما رکھی تھیں۔حدید نے ان نظروں کی سیدھ میں دیکھا تو اسے زمین کو کھرچتے پایا۔

"خیریت؟"ایک پل کو حدید نے محسوس کیا کہ وہ فرار چاہ رہی ہے۔شاید وہ اس کے ساتھ اس کے باپ کی قبر پہ نہیں جانا چاہتی۔



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"مجھے لگتا ہے کہ مجھ سے آج مزید ڈرائیونگ نہیں ہو گی۔" شکستگی بھرا لہجہ۔ مٹی سے اس کی برینڈڈ ہیلز خراب ہو رہی تھیں مگر اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔

"تم آرام سے بیٹھ جاو۔ میں خود ڈرائیو کر لوں گا۔" اس نے نور کی مشکل آسان کی۔

دونوں نے اپنی نشستوں کو تبدیل کیا۔ وہ خاموشی سے ڈرائیو کرنے لگا۔ زخرف نے کن اکھیوں سے اس کو بدلتے دیکھا۔ وہ تھوڑی دیر قبل والا حدید نہیں تھا۔ یہ تو وہ حدید دکھ رہا تھا جسے اس نے پہلی بار ائیر پورٹ پہ دیکھا تھا۔ جس کے چہرے پہ صرف سنجیدگی تھی۔ دور دور تک شناسائی کا شائبہ تک نہ تھا۔ وہ خاموش رہا تو مخاطب زخرف نے بھی نہیں کیا۔ وہ کبھی سامنے دیکھتی، کبھی کھڑکی سے باہر بھاگتے راستوں کو تو کبھی چپکے سے ایک نظر اس کو۔

جانے کیا کہانی تھی؟ جانے وہ کب اس تک رسائی حاصل کر پاتی؟

☆☆☆

سورج کا جھکاو دھیرے دھیرے مغرب کی جانب ہو رہا تھا۔ نیلے آسمان پہ نارنجی روشنی بکھرنے کے قریب تھی۔ اسی وقت ان کی گاڑی نے سکوت اختیار کیا۔ اس وسیع و عریض خطہ پہ پھیلی یہ جگہ کئی زندگیوں کی آخری آرام گاہ تھی۔ اجل کے بلاوے کے بعد قیامت کی منتظر روحیں اللہ کی رحمت کی آس لیے تھیں۔

اس نے ایک نظر سامنے دیکھنے کے بعد زخرف کو دیکھا جو اپنی سیٹ پہ سکڑی سمٹی بیٹھی تھی۔ بازوؤں کو متضاد سمت کیے وہ باقاعدہ کانپ رہی تھی۔ حدید نے فوری ہیٹر چیک کیا۔ ہیٹر آن تھا پھر آخر کیا وجہ ہوئی۔

"زخرف سردی لگ رہی ہے؟" اس کے پوچھنے پہ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"پھر کیا ہوا ہے زخرف؟ تم ٹھیک نہیں ہو۔" اس کے پوچھنے کی دیر تھی اور وہ رو دی۔ کب سے خود پہ ضبط باندھ کر بیٹھی اس لڑکی کی ساری بہادری ہوا ہوئی۔

"مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی؟ آئی ایم سوری۔ کیا ہوا؟ خدارا کچھ تو بولو۔" اسے مسلسل نفی میں سر ہلا کر روتے دیکھ وہ بوکھلا گیا۔ "مجھے قبرستان سے خوف آتا ہے۔"

میں اپنے بابا تک کی قبر پہ نہیں جا سکتی۔" بمشکل اپنی مجبوری بتائی۔ رونے کا سلسلہ ہنوز جاری و ساری تھا۔ یہ وہ زخرف نور تو نہیں تھی جو ہر چیز کا بہادری سے مقابلہ کرتی تھی۔ یہ تو وہ ڈرپوک سی بچی تھی جس نے اپنے باپ کی میت کو قبر میں دفن ہوتے دیکھنے کے بعد کئی راتیں جاگ کر خوفزدہ کاٹی تھیں۔

"تمہیں مجھے بتانا چاہئے تھا۔ میں کبھی تمہارے ساتھ یہاں نہ آتا۔ ابھی واپس چلتے ہیں۔" اس نے فوری اگنیشن میں چابی گھمائی۔ زخرف نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"تم جاو۔ میری وجہ سے مت رکو۔ میں ٹھیک ہو۔" نفی میں سر ہلاتے نم سیاہ آنکھوں سے اسے دیکھتے یقین دہانی کروائی۔

وہ اس حد تک خوف میں مبتلا ہونے کے بعد بھی اسے بھیج رہی تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کی زندگی میں اس کے بابا کی کیا اہمیت ہے۔

"میرے سامنے جھوٹ بولنے سے گریز کیا کرو۔" حد درجہ سنجیدگی سے کہا۔ اس کا ہاتھ پیچھے نہیں ہٹایا۔ یہ اس کے بس میں ہی نہیں تھا۔



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"نہیں حدید پلیز تم جاو۔ میں تو ویسے بھی باہر ہی ہوں۔" اس کے ہاتھ پہ ہنوز گرفت بنائے اس نے التجائیہ کہا۔

"میں اندر جاؤں اور تم باہر بیٹھ کر بھی رووں تو لعنت ہے مجھ پہ۔"

اس کی گرفت سے اپنے ہاتھ آزاد کروانے کی تگ ودو کیے بغیر وہ یونہی گاڑی ریورس کرنے لگا۔

"تم میری خاطر یہ نہیں کر سکتے حدید۔" وہ چلائی۔ اسے لگا وہ حدید کی زندگی میں صرف مسائل کھڑے کر رہی ہے۔ اس کے سکون کی راہ میں مسلسل روڑے اٹکا رہی ہے۔

www.novelsclubb.com

"میں تمہارے لیے ہر کام آؤٹ آف داوے کر سکتا ہوں زخرف" ایک ایک لفظ پہ زور دیتے اس نے اپنی سیاہ آنکھیں اس کے چہرے پہ گاڑھ کر جتایا۔ زخرف کچھ بولنے کے قابل نہ رہی۔ دل میں بے ہنگم شور برپا ہوا۔

اسی وقت زخرف نے خود سے وعدہ کیا کہ حدید عالم کے باپ کے قاتل کو وہ ویسی ہی سزا دے گی جیسے اپنے باپ کے قاتل کو دے گی۔

نقصان دونوں کا ہوا تھا۔ سزا بھی دوگنی ہونی چاہیے تھی۔

☆☆☆

حدید نے دستک دے کر دروازہ کھولا تو وہ اس کے ہمراہ ہی اندر داخل ہوئی۔ دونوں کافی سنبھلے ہوئے تھے۔ حدید نے اسے پانی کی بوتل دی تھی جس سے اس نے اپنا چہرہ دھویا تھا۔ اب وہ قدرے تازہ اور دھلے دھلائے چہرے کے ساتھ یہاں موجود تھی۔ عائشہ بستر پہ موجود نہ تھی۔ نور کا چہرہ پل بھر میں فق ہوا۔

"ماما کہاں ہیں؟" وہ پریشانی سے آگے بڑھی۔

"وہ فریش ہونے گئی ہے۔ تم بیٹھ جاو بیٹا" محمود کے جواب پہ پر سکون ہوتے وہ کمرے کے دائیں جانب موجود صوفہ پہ جا کر بیٹھ گئی۔ حدید ان کے قریب بڑھا تو وہ اس سے بغل گیر ہوئے۔ ان کے انداز سے یوں لگتا تھا کہ وہ آنکھوں ہی آنکھوں

www.novelsclubb.com

میں بھی پیغامات منتقل کرتے ہیں۔ وہ اپنے گمان پہ شش و پنج میں تھی۔ مگر جلد ہی یہ عقد بھی کھل ہی جاتا۔اس لیے اس نے مزید اس خیال کو رد کیا اور خود کو نارمل ظاہر کروایا۔

"آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں نادادا۔ یہاں تنہا کیا کریں گے۔" اس نے ماحول میں چھائی خاموشی کا قتل کرتے بات شروع کی۔

"بیٹا میری عمر کا کیا بھروسہ۔ آج ہوں کل نہیں ہوں گا۔ایسے میں اپنے وطن ہی موت آئے تو اچھا ہے۔ جس ملک کی خاطر دن، رات قربان کیے اسے چھوڑنا آسان کہاں ہوتا ہے۔" انہوں نے تفصیلی جواب دیا تاکہ اس کے ذہن میں کسی سوال کی گنجائش باقی نہ رہے۔

"کچھ لوگوں کے لیے تو ہوتا ہے۔" وہ طنزیہ ہنسی۔

"اور تم کن لوگوں کی بات کر رہی ہو؟" محمود کو اس کا یہ انداز کھٹکا۔ چونکا تو حدید بھی تھا۔


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آپ کو یاد ہے ماما کی ایک بچپن کی دوست ہیں نازش آنٹی" اس نے گویا یاد کروانے کی کوشش کی۔

"ہاں میں جانتا ہوں۔" انہوں نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"وہ آج کل اپنی فیملی کے ہمراہ برلن میں ہی موجود ہیں۔" اس نے ٹکڑا لگایا۔

"اس کا شوہر خاصا دھوکے باز انسان ہے۔اس کے سامنے نہ جانا۔" انہوں نے اپنے تیئں اسے نصیحت کی۔

"مگر یہ بات ماما کو کون سمجھائے۔وہ تو مجھے ان کے سامنے بھیج چکی ہیں۔" حدید کا چہرہ جو سنجیدگی اور رنجیدگی کا مغلوبہ دکھ رہا تھا اس پوری گفتگو میں پہلی بار فق ہوا۔

اسے سے قبل کہ وہ کچھ بولتا عائشہ کی آمد ہوگئی۔

"آگئی میری بہو" عائشہ ان کو دیکھ کر خاص طور پہ نور سے مخاطب ہوئی تو حدید نے خود کو کچھ کہنے سے باز رکھا۔ لیکن یہ بات جاننا کہ وہ شہروز بخت کے سامنے آئی ہے یہ بات اس کے حواس معطل کرنے کو کافی تھی۔

"میری ماما اب کیسی ہیں؟" ان کی بانہوں میں سمٹتے نور نے نہایت محبت سے ان کا حال دریافت کیا۔

"تمہیں دیکھنے کے بعد پرفیکٹ" اپنی بیٹی کے ماتھے پہ بوسہ دیتے انہوں نے ممتا بھری سرگوشی کی تو وہ مسکرائی۔ اگر ان کے لیے حدید کی بیوی اتنی اہم تھی تو جانے حدید کتنا لازم وملزوم ہوتا۔ یہ سوچ ہی اسے گدگدا گئی۔

"ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔ ڈاکٹر نے ڈسچارج کر دیا ہے۔ آپ کی بقیہ تیمارداری اب میں خود کروں گی۔ صبح ہماری فلائٹ ہے۔ ہم تینوں صبح جرمنی جا رہے ہیں۔"

"یہ ساری باتیں بابا بتا چکے ہیں۔" جانے وہ محمود کو اپنا باپ سمجھی تھی یا حدید کا دادا۔ وہ تو سوچ کر ہی گھوم گئی۔ اسے نانا کا خیال آیا۔

"آئی ایم سوری بیٹا۔اس وقت حالات ایسے تھے کہ تمہیں بھیجنے میں ہی عافیت تھی اور تم جانے کو تیار نہیں تھی۔"کل رات جب وہ اس سے معافی مانگنے آئے تھے تو نور ان کے گلے لگ گئی۔

"آپ سے معافی کے الفاظ سننا میری اپنی توہین ہے۔خدارا مجھے میری نظروں میں مت گرائیں۔"نور نے ان کے ہاتھوں کو تھام کر چوما۔یہ اس عقیدت کا اظہار تھا جو نور کو اپنے نانا سے تھی۔وہ بے ساختہ اس کا ماتھا چوم گئے۔اپنی نواسی میں جان بستی تھی ان کی۔

"مگر مجھے تم سے ایسے بات نہیں کرنی چاہیئے تھی۔"وہ ہنوز پشیمان تھے۔

"آپ نے وہ کیا جو اس وقت میرے لیے بہتر تھا۔آپ دنیا کے بہترین نانا ہیں۔ آپ کی نور تو آپ کے دم سے ہے۔"وہ انہیں شرمندگی سے نکالنے کے لیے ہر وہ لفظ ادا کر گئی جس سے ان کا پچھتاوا دور ہو پاتا۔

www.novelsclubb.com

"میری زندگی کا اجالا ہو تم بیٹا۔عائشہ سے میں نے دنیا میں سب سے زیادہ محبت کی اور تم تو زندگی ہو میری۔میری بیٹی اس حالت میں ہے اور میں اس کے سامنے نہیں جا پا رہا۔"ان کی آنکھیں پر نم سی ہو گئیں۔اس دن جو الفاظ انہوں نے بے ہوش پڑی اپنی بیٹی کے لبوں سے سنے تھے اس کے بعد وہ کیسے اس کا سامنا کرتے۔

"لیکن اس روز تو آپ ماما سے ملنے گئے تھے۔جب آپ نے کہا تھا کہ میں بھی چلوں۔"اس نے یاد کرتے انہیں بھی یاد کروانے کی کوشش کی۔

"میں جانے لگا تھا مگر کس منہ سے جاتا۔وہ مجھ سے ناراض تھی۔وہ مجھ سے بددل ہے۔اور مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اس سے مخاطب ہوں۔"وہ نادم و شکستہ وجود اصل جواز بتانے سے قاصر تھا۔

"آپ کو ان سے ایک بار مل لینا چاہئے۔"نور نے اپنے تئیں مشورہ دیا۔برلن جانے سے قبل بھی وہ یہی مشورہ دے کر گئی تھی مگر جانے دانیال کمال اس کی بات کو مسلسل رد کیوں کیے ہوئے تھے۔

"ملوں گا۔ مگر اس وقت جب وہ اپنی ضد توڑے گی۔" سنجیدگی کا عنصر نمایاں تھا۔

"نانا مجھے واپس جانا ہے اور یہ بہت ضروری ہے۔" اس نے اپنی مشکل سامنے رکھی۔ اب بات کو مزید چھپایا نہیں جا سکتا تھا۔

"لیکن ایسے حالات میں؟" وہ کم از کم اس وقت نور کو کسی انجان جگہ نہیں بھیج سکتے تھے۔ ابھی تک وہ اس بات تک رسائی حاصل نہ کر سکے تھے کہ وہ گولی کس کو تاک کر چلائی گئی تھی۔ اس لیے نواسی اور پوتے دونوں کی سیکیورٹی اس وقت سب سے اہم تھی۔

"میرے پاس کوئی اور حل نہیں ہے۔" لہجہ نارمل رکھنے کی کوشش کی۔ البتہ گھبراہٹ سی ہو رہی تھی جانے وہ کیا ردعمل کرتے۔

"تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو؟" وہ تو اس کے ہر تاثر کو بھانپ جاتے تھے۔

"میں کچھ نہیں چھپا رہی۔بس نان پروفیشنل نہیں ہوسکتی۔"اس نے حتی الامکان بات کو سلیقے سے کرنے کی کوشش کی۔

"میں نے کانٹریکٹ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی صورت میرا کیریئر داؤ پہ لگ جائے گا۔"

"کس خبیث میں اتنا دم ہے جو تمہارا کیریئر خراب کرے گا۔"وہ غیض وغضب میں آ گئے۔اور اسی جلال کے باعث اس نے ابھی تک اپنی پریشانی ان سے شئیر نہیں کی تھی۔

"میں اسی وجہ سے آپ کو نہیں بتا رہی تھی۔مجھے اپنی زندگی میں کامیابی اپنے دم سے چاہیئے۔کسی کے بھی حوالے کے بغیر۔اس لیے آپ اپنا اثرورسوخ بالکل بھی استعمال نہیں کریں گے۔"اس نے اٹل لہجے میں کہا۔اسی وجہ سے تو وہ انہیں کچھ بتا نہیں رہی تھی۔

"اس صورت تو مجھے تمہاری رخصتی بھی کرنی پڑے گی۔ لیکن ایک دن میں؟ تمہارا نکاح تو ابھی منظر عام پہ بھی نہیں آیا۔" وہ پریشان ہوئے۔ حدید کو اپنانے میں چاہے انہیں ابھی مزید وقت درکار تھا مگر اب وہ ان کا داماد تھا اور شاید قابل اعتبار بھی۔

"فلحال نہ ہی آئے تو بہتر ہے۔ جب ماما تندرست ہو جائیں گی اور فلم کی شوٹنگ مکمل ہو جائے گی تو آپ بے شک اعلانیہ طور پہ نکاح کی خبر نشر کر دیجئے گا۔" فلحال وہ ایسے ہی بات سنبھال سکتی تھی۔ نکاح کا منظر عام پہ نہ آنا ہی تو طے ہوا تھا۔ مگر اب دل میں چبھ کیوں رہا تھا؟

www.novelsclubb.com

"ہاں یہی بہتر ہے۔ اب میں چلتا ہوں برہان کے کاغذات نامزدگی بھی تو جمع کروانے ہیں۔ اسی پہ کام کر رہا ہوں۔" اس کے مشورے سے قائل ہوتے وہ اب دوسرے مسئلے پہ منظر ثانی کرنے والے تھے۔

"کیا برہان تیار ہے؟" کسی اندیشے کے تحت پوچھا۔

"ہاں میں جانتا ہوں وہ تیار ہے۔" عجیب سا لہجہ تھا۔نور سمجھ نہیں پائی۔

"اور اس کا بازو؟" اسے نئی فکر ستانے لگی۔

"ٹھیک ہے اس کا بازو۔ میں حیران ہوں وہ اتنی جلدی ریکور کیسے کر گیا؟" وہ متاثر کن انداز میں بولے۔

"آپ کا خون ہے نانا" اس نے مسکرا کر کہا۔

"کاش وہ اس خون کی لاج بھی رکھے۔" دھیمی سی بڑبڑاہٹ تھی۔

"کیا مطلب؟" نا سمجھی بھرا انداز۔

"کوئی مطلب نہیں۔اب تم زیادہ نہیں سوچو اور سو جاو۔" وہ اس کا سر تھپک کر چلے گئے تھے۔ آنکھیں بند کر کے کھولتے ہوئے وہ حال میں داخل ہوئی۔

"حدید، برہان کیسا ہے؟ مجھے بابا نے بتایا کہ اسے گولی لگی ہے۔اکلوتی اولاد ہے میرے بھائی کی۔ جانے ان پہ کیا گزری ہو گی۔" انہوں نے براہ راست حدید سے

پوچھا تو نور کا دل اچانک ہی اچاٹ سا ہوا۔ برہان کمال کے بارے میں انہیں نور سے پوچھنا چاہئے تھا۔ کیونکہ برہان کمال کے بارے میں بتانے کا حق صرف اس کا تھا۔

"وہ ٹھیک ہے مام۔ کافی بہادر ثابت ہوا ہے بالکل آپ کی بہو کی طرح۔" حدید نے فوری بات سنبھالی۔

"شکر ہے خدا کا۔ میں تو شکرانے کے نفل پڑھوں گی۔ کیا وہ اسی ہسپتال میں ہے؟" ان کے دل کو ڈھیروں تسلی ہوئی۔

"نہیں" یہ کہنے والی نور تھی۔

"اوہ۔۔۔ میں نے سوچا شاید یہیں ہو۔ میں ایک بار اپنے بیٹے سے ملنا چاہتی تھی۔" وہ اداس ہوئیں۔ یہ حقیقت ہی تو تھی کہ وہ اپنے بھائی کی اس اکلوتی اولاد سے بہت محبت کرتی تھی اور جب سے بابا نے انہیں یہ بتایا تھا کہ وہ ان کی نور کو بچاتے ہوئے زخمی ہوا ہے ان کے دل میں برہان کا درجہ مزید اونچا ہو گیا تھا۔

"میرا مطلب وہ یہیں پہ ہے۔ کیوں حدید؟" ماں کی اداسی کو رفع کرنے کے لیے فوری بات پلٹی۔

"جی مام وہ یہیں ہے۔ ہم اس کی بھی خیریت معلوم کر لیتے ہیں۔"

اپنی بیوی کی حاضر جوابی سے متاثر ہوتے اس نے خالصتاً مشورہ دیا۔

دونوں عائشہ کو لیے برہان کے کمرے میں داخل ہوئے۔

بستر پہ لیٹا برہان ان کی اچانک آمد پہ بوکھلا گیا۔

"پھوپھو" کافی عرصے بعد ان کو دیکھ کر وہ بے ساختہ بولا۔ پھر اچانک ان کی بیماری یاد آنے پہ خود کو تین چار سنائیں۔

"برہان کیسے ہو بیٹا؟" جس شفقت اور پیار سے وہ اس کے قریب آئیں برہان بے ساختہ مسکرایا۔ اس نے آنکھوں میں ہی سونا سے معلوم کرنا چاہا کہ جو وہ سمجھ رہا ہے کیا وہ واقعی درست ہے۔ نور نے اثبات میں سر ہلاتے حوصلہ افزائی کی۔

www.novelsclubb.com

"کتنی بار کہا ہے بچے کہ سیکیورٹی لے کر نکلا کرو۔ تم ایک سیاست دان ہو۔" اپنی تسلی کرنے کے بعد وہ ازلی ماؤں والے انداز میں نرم سی تاکید کرنے لگی تو برہان بے ساختہ کھانسا۔ وہ سچ میں اس بیماری میں کسی کی بھی من چاہی کہانی بنانے کو تیار کھڑی تھیں۔ نور اس کی حالت پہ محظوظ ہوئی۔

"آئندہ احتیاط کروں گا۔" نہایت تابعداری کا ثبوت دیا۔

"حدید، بھائی سے نہیں ملو گے؟" وہ دور کھڑے حدید کو دیکھ کر خفگی سے بولی۔

جس پہ حدید نے کڑوا سا منہ بنایا۔

"ایسے بھائی کو تو میں بچپن میں ہی مار دیتا۔ ہونہہ" نہایت دھیمی سی بڑبڑاہٹ تھی جو کوئی نہیں سن پایا۔ دل پہ پتھر رکھ کر اس نے برہان سے اس کی خیریت معلوم کی۔ پتا نہیں اس لڑکے کو دیکھ کر ہی اس کی چھٹی حس عجیب سے سگنلز کیوں دیتی تھی۔

"تمہاری بھابھی تمہارے لیے کافی پریشان ہو رہی تھی۔ جلدی سے صحت یاب ہو جاو۔" زخرف کے قریب جا کر کھڑے ہوتے اس نے خالصتاً سامنے والے کے زخموں پہ نمک چھڑکنے کو کہا۔ اور وہ کامیاب بھی ٹھہرا۔ نمک کثیر تعداد میں زخم پہ رکھا گیا۔ مقابل تو تڑپ ہی گیا۔

"ظرف ہے ان کا۔ اب ہر کوئی ظرف والا تھوڑی نہ ہوتا ہے۔" اس نے جوابی وار کیا تو بھی اس کے چہرے سے مسکراہٹ کم نہ ہوئی۔ زخرف ان کی گفتگو سے شدید ڈسٹرب ہوئی۔

"میرے خیال میں اب ہمیں چلنا چاہیے۔ برہان اپنا بہت خیال رکھنا۔" عائشہ نے ان دونوں کے طنز آمیز وار سے پریشان ہوتے یہاں سے جانے میں ہی عافیت جانی۔ حدید، عائشہ کو لیے فوری باہر نکلا۔ البتہ زخرف نے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی۔ ان دونوں کے جانے کی یقین دہانی کرنے کے بعد وہ برہان سے مخاطب ہوئی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"جلدی سے فٹ ہو جاو برہان۔اپنے دوست کی بہت ضرورت ہے مجھے۔"اس کے چہرے کو نظروں میں سموئے دل سے اس کی تندرستی کے لیے دعا گو ہوئی۔

"اپنی سونا کے لیے کچھ بھی۔ سمجھو فٹ ہوں۔"وہ بشاشت سے بولا۔اس کی مسکراہٹ کے لیے تو وہ ہر تکلیف چھپا جائے۔

"پٹو گے مجھ سے۔فٹ کے بچے"اس کے کندھے پہ ہلکی سی ضرب لگائی تو وہ تکلیف میں بھی مسکرایا۔اس کا لمس راحت آمیز تھا۔

"زخرف ہمیں دیر ہو رہی ہے۔"

باہر سے حدید کی آواز آئی تو برہان سخت بدمزہ ہوا۔اس انسان سے جان چھڑانے کے لیے اسے کوئی تجویز سوچنی تھی۔وہ اسے سونا کے قریب بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"میں جارہی ہوں برہان۔اب تم آنا۔" ٹمٹماتے ستاروں جیسی آنکھوں میں امید لیے اس سے فرمائش کی۔

"میں آوں گا۔ضرور آوں گا تم میرا انتظار کرنا۔" سرمئی آنکھوں والے نے سیاہ آنکھوں کی فرمائش کی لاج رکھی۔

"ہمیشہ کروں گی۔" سرمئی آنکھیں چمک اٹھیں۔

☆☆☆

عائشہ اور زخرف کو گھر ڈراپ کرکے وہ ہوٹل کی طرف جا رہا تھا جب اسے زید کی کال موصول ہوئی۔اس سب بکھیڑے میں وہ اس نمونے کو کیسے بھول گیا؟

اس نے کال ریسیو کی تو زید کی میسنی سی آواز پہ پریشان ہو گیا۔

"حدید۔۔۔آہہ یہاں آجاو۔میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔" تکلیف بھری پریشان کن آواز میں کراہ بھی شامل تھی۔حدید متفکر ہوا۔

"کہاں ہو تم اس وقت؟ ٹھیک تو ہو؟" اس نے گاڑی کو قدرے سڑک کے

کنارے پہ روک دیا۔

"میں تمہیں لوکیشن بھیج رہا ہوں۔ پلیز جلدی آنا۔۔۔۔ آہہ میری کمر" وہ مسلسل کراہ رہا تھا۔ حادثے کی نوعیت عام معلوم نہ ہوتی تھی۔

"یہ تو نزدیک ہی ہے۔ میں بس پانچ منٹ میں آیا۔" اس نے انجن آن کیا اور جتنی تیز رفتار سے چلا سکتا تھا وہ رفتار اختیار کی۔

زید کے برابر والی کرسی پہ موجود جنید کو اپنا بہانہ اور اس کے دوست کا اچانک اس کے کلینک وارد ہونا اور اس کی گیم خراب کرنا یاد آیا تو وہ مسکرایا۔

"تم تو کہتے تھے کوئی اسے بیوقوف نہیں بنا سکتا؟" جنید نے ابرو اچکا کر پوچھا تو اس نے فخریہ کالر جھٹکے۔

"میں یعنی کہ زید نائک کسی کو بھی بیوقوف بنا سکتا ہوں۔ یہ حدید کیا چیز ہے۔" ٹین پیک سے بوتل کا گھونٹ بھرتے فخریہ کالر جھاڑے۔ جنید نے اسے گھورا۔

"بس بس اب زیادہ ہو رہا ہے۔" اسے زید کی خود ساختہ تعریف میں بناوٹی پن

www.novelsclubb.com

محسوس ہوا تو وہ کہے بنا نہیں رہ سکا۔

"یہ تو اب وہ آکر بتائے گا کہ کیا کیا زیادہ ہو رہا ہے۔ باخدا ہڈیاں توڑے گا میری۔"

اچانک ہی ٹین پیک کو پرے دھکیلتے وہ سنجیدہ ہوا۔ ساری شوخی ہوا ہوئی۔ اگر وہ واقعی کوئی ضروری کام چھوڑ کر آیا تو زید نائک نے آج سچ میں اس سے پٹ جانا تھا۔

"اب تم بڑھا چڑھا کر بیان کر رہے ہو۔" وہ پھر خائف ہوا۔ مجال ہے جو کوئی درمیانی بات زید کے منہ سے نکل جائے۔

"وہ تمہارے دوست کی طرح معصوم اور شریف نہیں ہے۔ اچھے اچھوں کو سیدھا کر دیتا ہے۔" وہ حدید کے کارنامے گوش گزار کرتے اسے موقع کی نزاکت سمجھانے لگا۔

"کیا کوئی عادی مجرم ہے؟" کرسی کی پشت سے ٹیک ہٹاتے ٹیبل پہ آگے کو جھکتے اس نے رازدانہ پوچھا۔ اب زید کسی سے خوف زدہ ہو تو جنید حیران بھی نہ ہو۔

"عادی مجرم تو نہیں مگر جیل پلٹ ضرور ہے۔" اس نے چھپایا نہیں۔

www.novelsclubb.com

"کس قسم کے انسان سے دوستی کی ہوئی ہے تم نے زید۔"اس نے اسے جھاڑ پلائی۔ کہاں اس کا معصوم اور سادہ دل کا زید اور کہاں وہ مجرم۔۔۔ہونہہ

"میں نے ایک جگہ پڑھا تھا دوست بنائے نہیں جاتے، دوست تو بن جاتے ہیں۔ ورنہ کہاں وہ اور کہاں میں۔" فلسفیانہ انداز میں بیان کیا تو وہ متاثر ہوا۔

"بات تو پتے کی ہے۔ مجھے تم سے اتنی سمجھداری کی امید ہر گز نہیں تھی۔"

"اور تم میری امیدوں پہ پورا اترے ہو۔"حدید کی آواز پہ اس کے حلق سے نیچے جاتی کولڈ ڈرنک ادھر ہی پھنسی۔ بمشکل اسے معدے کے سپرد کرتے اس نے کھانسی لی۔

www.novelsclubb.com

"آ گئے تم؟"خود کو نارمل ظاہر کرتے بشاشت سے پوچھا۔

"اندھے بھی ہو گئے ہو۔"حدید نے طنزیہ کہا تو جنید کا قہقہہ فضا میں گونجا۔ یہ بندہ کمال کا انسان تھا۔ وہ محظوظ ہوا۔

"اسے پہچانا؟"اس نے حدید کا دھیان بھٹکانے کے لیے جنید کی طرف اشارہ کر

کے پوچھا۔ کجا کہ وہ مزید کوئی جملہ کستا۔

"نہیں میں کومہ سے اٹھ کر آرہا ہوں۔" اس نے پھاڑ کھانے کے انداز میں جواب دیا تو زید حیران ہوا۔ یہ اس کے دوست میں کس کی روح گھس گئی تھی۔

البتہ جنید کاظمی اس بندے سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"تم دونوں ایک دوسرے کو ڈیزرو کرتے ہو۔"

جنید نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر سامنے پڑی بوتل کا گھونٹ بھرتے اپنا تجزیہ پیش کیا تو حدید نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"کیا میں اتنا برا ہوں جو اسے ڈیزرو کروں گا؟" زید نے صدمے کی حالت میں پوچھا۔ چہرے کے اتار چڑھاو میں واضح شرارت کا غماز تھا۔

"ایک بات واضح کرو۔ تم دونوں میں سے اوور ایکٹنگ شروع کرنے والا کون ہے؟" حدید نے باری باری دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ سیاہ انکھیں پر سکون تھیں۔

www.novelsclubb.com

دونوں نے بیک وقت ایک دوسرے کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔ وہ دونوں یوں معلوم ہو رہے تھے گویا ان پہ کسی جرم کا الزام عائد ہونے کے باعث وہ اپنے کیے کا ملبہ دوسرے پہ ڈال کر خود بری الذمہ ہونا چاہ رہے تھے۔ حدید اپنی مسکراہٹ چھپا نہیں پایا۔

"تم ویسے بھی مجھے کہہ سکتے تھے کہ جانے سے پہلے ایک بار مل لینا۔ اتنا ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔" کرسی دھکیل کر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس نے مسکراتے ہوئے تجویز پیش کی۔ جیسے زید اس کے مشورے پہ عمل کرنے والا ہو۔ ہونہہ

"تم جانتے تھے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں؟" صدمہ ہی تو لگ گیا تھا۔

"آف کورس۔" حدید نے کندھے اچکا کر جواب دیا۔

"اتنے تم رہتے نہیں ماسٹر مائنڈ" اس نے برا سا منہ بنایا۔

خود پسند کہیں کا!

"تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں میں زید" اس نے اپنے الفاظ پہ زور دے کر جتایا۔

"باپ ہو میرے جو اتنا جانو گے۔" وہ چڑ کر بولا۔اس وقت اسے مزید نہ چھیڑنا ہی جنگ بندی کروا سکتا تھا۔اور تیسرے فرد نے یہ ذمہ داری نبھانے کا عہد کر لیا۔

"اچھا بس بس۔۔۔اب کچھ کھا لیں۔میں بھوک ہڑتال نہیں کر سکتا۔" جنید نے ان کی بحث پہ ختمہ لگایا۔

"میں آرڈر نوٹ کروا کر آتا ہوں اور ہاں اس کا بل تم دو گے۔"

زید کرسی سے اٹھا۔آخر میں حدید پہ خرچہ ڈالنا نہیں بھولا۔

"میں جانتا ہوں کہ اپنی جیب تو تم نے سی کر رکھی ہوتی ہے۔" وہ سچ میں اس کی رگ رگ سے واقف تھا۔

"یار میں کریڈٹ کارڈ استعمال کرتا ہوں۔کتنی پرانی مثال دے رہے ہو۔بندہ کوئی

جدت ہی لے آتا ہے۔"

اس کے طنز کو ہوا میں اڑاتے وہ اس کے پاس سے گزرنے لگا جب حدید نے اس کی لاپرواہی کا فائدہ اٹھاتے اپنا پیر آگے کیا۔ اگلے ہی لمحے وہ زمین بوس ہوا اور اس کے الفاظ منہ میں ہی جامد ہوئے۔ چند لمحات اس کو سمجھنے میں لگے اور اگلے ہی پل وہ ناراض محبوبہ کی مانند سیدھا ہوا۔ کمر کو ہاتھ سے مسلتے اس نے حادثہ کے اثرات جتائے تو حدید نے کندھے اچکائے۔

"وہ تمہارا کمر درد کیسا ہے۔ ابھی کچھ دیر قبل تمہارا ایکسیڈنٹ ہوا تھا نا؟" مسکراہٹ کو فکر مندی کے بھیس میں ڈھانپتے اس نے طنزیہ پوچھا تو زید کڑھ کر رہ گیا۔

"دوست کا بھی احساس باقی نہیں رہا۔ بے حس ہو گئی ہے یہ دنیا۔ کل کو میں مر رہا ہوں گا تو جانتے ہو یہ کیا کرے گا؟" وہ گویا جنید سے اس کی شکایات لگا رہا تھا جو چلتی پھرتی اوور ایکٹنگ کے گلے شکوے پوری توجہ سے سماعت فرما رہا تھا۔ سر ہلاتے ہوئے وہ اسے مزید شے بھی دے رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"پرے ہو کر مرو۔" حدید نے اس کی بات اچک کر مکمل کی تو زید کا دل کیا اس کا گلہ دبا دے۔

"لعنت ہو تم پہ"

"شکریہ "اس نے کھل کر یہ اعزاز قبول کیا۔

"اب کھانے کو بھی لاو گے یا میں جاوں۔" حدید نے بھوک کا اظہار کرتے کہا۔ وہ الگ بات تھی کہ کچھ دیر قبل ہی تو وہ زخرف کے ساتھ کھانے سے لطف اندوز ہو چکا تھا۔ مگر دوستوں کے ساتھ کھانے میں جو مزہ ہے وہ اس سے بہرہ مند ہونے کا خواہش مند تھا۔

"تم دفع ہی ہو جاو تو بہتر ہے۔"اس نے برہمی کا اظہار کیا۔

"تمہارے پیسوں سے کھانا کھا کر ہی جاوں گا۔"اس نے ڈھٹائی سے کہا۔ وہ ڈھیٹ تھا تو حدید سوا ڈھیٹ۔

"قیامت تک بھی رکے تو بھی نہیں کھلاوں گا۔" اس نے انگلی اٹھا کر اپنے الفاظ پہ زور دیتے ہوئے جتایا۔

"یہ لو اس کا والٹ۔" جنید نے اس کی بے دھیانی کا فائدہ اٹھاتے اس کی جیب سے والٹ نکال کر حدید کی طرف اچھالا۔ تو وہ منہ کھولے انہیں دیکھنے لگا۔ اس کے ساتھ تو فراڈ ہو گیا تھا۔

"یا خدا! آج تو نے دنیا کی حقیقت دکھا دی۔ یہاں تو دوست کے روپ میں دشمن چھپے بیٹھے ہیں۔۔۔۔"

"اوئے اب بس کر دے۔ جائیداد نہیں لوٹ رہے ہم۔ ویٹر!" جنید نے اس کی بولتی زبان کو بریک لگوا کر بیرے کو مخاطب کیا۔ جو کب سے اس ٹیبل پہ بیٹھے فارغ لوگوں کو اٹھانے کا سوچ رہا تھا۔

"ہاں تمہارے ہوٹل کی جتنی بھی سپیشل ڈشز ہیں سب تین تین لانا۔"

حدید اور جنید نے مل کر ڈھیر سارا کھانا آرڈر کیا۔ زید کی نظریں مسلسل اس والٹ

پہ تھیں جو حدید نے یوں پکڑ رکھا تھا گویا ہاتھ سے ہی چپکا لیا ہو۔

"میرے ولیمے پہ نہیں آئے ہو تم لوگ"

"تمہیں ابھی اتنی امیر لڑکی نہیں نا ملی جس کی تم پوری جائیداد لوٹو تو ہم معصوم اب انتظار کے علاوہ کیا کر سکتے ہیں۔" حدید نے ٹھوکا دیا تو وہ جل بھن گیا۔ پیسوں کا نقصان کم تھا کیا جو کنوارے پن کا طعنہ بھی مل گیا۔ ان دونوں کو تو وہ روز محشر بھی نہ بخشے۔

"کھانا ہضم نہیں ہونا تم لوگوں کو۔" اس نے باور کروایا کہ زید نائک کی بد دعا لے کر کدھر جاوگے۔

"کوئی نہیں ہم وہ کھا لیں گے۔۔۔۔ کیا نام تھا اس کا؟"

حدید نے گویا یاد کرنے کی کوشش کی۔

"ہاجمولا" جنید نے اس کی مشکل آسان کی۔ تو وہ دونوں مسکرائے۔ اور زید تو اپنے مرشد کے رنگ ڈھنگ بدلتے دیکھ حیران ہوا۔

www.novelsclubb.com

"ایک سے بڑھ کر ایک لالچی انسان جمع کیے ہیں میں نے۔" ہنوز منہ لٹکائے اس نے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

"اب تمہارا فخر کرنا تو بنتا ہے۔" جنید کے جوابی جملے پہ حدید نے کندھے اچکائے۔

وہ دونوں آج زید کی درگت بنا رہے تھے اور وہ ان دونوں کا قتل کر کے انہیں کسی کنویں میں پھینکنے کا پورا ارادہ کر چکا تھا۔

جانے قسمت کو کب منظور ہوتا؟

☆☆☆

ہوٹل کی طرف روانہ وہ گاڑی مخصوص جگہ پہ آ کر رکی تو وہ شکستہ سا باہر نکلا۔ تھکن زدہ چال، چٹختے اعصاب، ذہن میں چھڑی جنگ، دل میں پیوست خنجر، روح کی آزردگی لیے وہ ایک قبر کے پاس آ کر تھم گیا۔ پھر وں اسے تکتے ماضی بے رحم موج بنا اسے خود میں سمونے لگا۔

www.novelsclubb.com

"میرے بابا کہاں ہیں؟ وہ مجھے سرپرائز دینے والے تھے۔میں نے ان سے کہا تھا اس بار اپنی سالگرہ پہ بائیک ہی لوں گا۔انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ خود مجھے بائیک چلانا سکھائیں گے۔" گہری سیاہ آنکھوں میں نمکین پانی بھرے وہ معصوم بچہ کسی کے بھی دل کو موم کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔مگر شرط تھی کہ سامنے والا انسان ہوتا۔

"چلو لڑکے۔یہ ڈرامے بازی بند کرو۔" ایک باوردی شخص نے اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹا۔

"خدا کا واسطہ ہے مجھے میرے بابا کے پاس جانے دو۔" اس کی درندگی بھری گرفت میں پھڑ پھڑاتے وہ بچہ منت کرنے لگا۔

"مر گیا تیرا باپ اور اب تو بھی ساری عمر جیل میں سڑے گا۔" سامنے والا انسان نہیں تھا۔ورنہ اس بچے کو گلے سے لگا لیتا۔

"مجھے میرے بابا کے پاس جانا ہے۔اللہ سے ڈرو۔"ان افسروں کو خدا سے ڈرانے کی ایک ادنی سی کوشش کی۔

"ڈرنا تو اب تجھے چاہئے وہ بھی مجھ سے۔"وہ پولیس کی وردی میں ملبوس بے حس درندہ اسے گھسیٹتے ہوئے لے کر جانے لگا۔اس کے ننگے پاؤں پتھروں پہ لگتے زخمی ہوئے۔

"نہیں پلیز۔میں قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے کچھ نہیں کیا۔میں لقمان عالم کا بیٹا ہوں میں یہ سب نہیں کر سکتا۔"باپ کا حوالہ اس کے لیے فخر تھا۔اس نے وہی حوالہ دیا تو سامنے والے نے طیش سے اس کا بازو جھنجھوڑ دیا۔

www.novelsclubb.com

"گھٹیا باپ کا گھٹیا بیٹا۔"پولیس والے نے تھوک کر اپنے دل کا وبال نکالا۔

اپنے باپ کے بارے میں یہ الفاظ سنتے ہی جیسے حدید کے جسم سے بجلی گزری۔اس نے طیش کے عالم میں اس کے چہرے پہ گھونسا دے مارا۔پولیس والا مغلظات بکتے اسے پیٹنے لگا۔وردی کی بیلٹ نکال کر اس نے حدید کی پیٹھ پہ گہرے وار کیے۔وہ

جنونی ہوا اسے ضربیں لگا رہا تھا۔اس کی سفید شرٹ پھٹ چکی تھی۔زخم بن کر ان سے خون رسنے لگا۔تکلیف سے اس کی سسکیاں گونجنے لگیں۔پہلے چند لمحات وہ برداشت کرتا رہا مگر پھر ضبط ٹوٹتے اور ہمت ہارتے اس نے گویا شکست قبول کی۔وہ رو دیا۔اور ایسا رویا جیسے آج آخری بار رویا ہو۔اس دن حدید عالم آخری بار رویا تھا۔ اپنے باپ کی موت پہ،اپنی عزت کی نیلامی پہ،اپنے داغدار حال پہ۔

گہرا سانس ہوا کے سپرد کرتے اس نے قبر کے پاس بیٹھتے اس پہ ہاتھ پھیرا۔

"قصاص تو جائز ہے نا بابا۔مگر میں خون کے بدلے خون نہیں لوں گا۔میں اسے جیتے جی ماروں گا۔تباہ و برباد کر دوں گا۔وہ موت کی تمنا کرے گا اور اسے زندگی سے نجات نہیں ملے گی۔میں اسے عبرت ناک بنا دوں گا۔وعدہ کرتا ہوں۔" لہجے میں سفاکیت آ گئی۔کوئی اس کو دیکھ لیتا تو کانپ اٹھتا۔

"جانتا ہوں کہ اپنا کیا وعدہ نبھا نہیں پایا۔لیکن مجبوری تھی۔وہ مجھے میرے ہر انتقام سے زیادہ عزیز ہے۔وہ تکلیف میں تھی تو میں کیسے اس سے دور رہ لیتا۔ہمارا تعلق تو

www.novelsclubb.com

عالم ارواح کا ہے۔اس کی روح بے سکون ہوتی ہے تو میں تڑپ جاتا ہوں۔مجھے لگا
تھا آپ کے بعد میرے پاس جینے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی۔پھر انتقام نے زندہ
رکھا۔زندگی کو محض گزارا۔لیکن اب جینا چاہتا ہوں۔اس کے سنگ اس سب سے
دور۔مگر ہماری قسمت ایک جیسی ہے۔ہم دونوں کو انتقام چاہئے۔اور انتقام پہ چلنے
والے محبت نہیں کیا کرتے۔اور اگر بھولے سے یہ غلطی ہو جائے تو اس محبت کو
بدلے پہ وار دیتے ہیں۔"زخرف کے ذکر پہ چہرہ نرم ہوا۔اپنی بدقسمتی پہ آنکھوں
میں چبھن اتری۔

"کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ حقیقت سے شناسائی اسے مجھ سے اتنا دور لے جائے گی
کہ میں پوری عمر اسے دیکھنے کو ترس جاؤں گا۔"دل کے واہمے بیان کیے۔لہجے میں
شکستگی موجود تھی۔سامنے والا زندہ ہوتا تو اس کو خود میں بھینچ لیتا۔

www.novelsclubb.com

"پتا ہے میں دعا کرتا ہوں اللہ حدید کو زخرف کے ساتھ زندگی دے۔ ورنہ موت دے دے۔ اس کا نہ ہونا موت ہی تو ہے۔" دوزانو ہو کر مٹی کی زمین پہ بیٹھا حدید اپنی دلگرفتی کا برملا اظہار کر گیا۔

"جانتے ہیں اس نے مجھ سے دوستی کر لی ہے۔۔۔۔۔۔۔"

وہ پوری رات وہیں بیٹھا لگاتار بولتا چلا گیا۔ یہ جاننے کے باوجود کہ سامنے والا نہ اس کی بات کا جواب دے سکتا ہے نہ اس کی خوشی پہ ہنس سکتا ہے اور نہ ہی اس کے غم پہ رو سکتا ہے۔

مگر کم از کم وہ اپنے دل کا بوجھ تو ہلکا کر سکتا تھا۔ یہ جان کر کہ اللہ تو ہر پل، ہر جگہ، مقام اور زمانے کی قید سے آزاد موجود ہے۔ بظاہر باپ کی قبر پہ بیٹھا وہ مرد اللہ سے دل کی باتیں کر رہا تھا۔ اس کو اپنے درد سنا رہا تھا۔ اس سے دوا مانگ رہا تھا۔ کیونکہ وہی تو شہ رگ سے بڑھ کر قریب ہے۔

☆☆☆

وہ یونیورسٹی کی پارکنگ میں داخل ہوئی تو اسے سامنے پا کر مسکرائی۔اس کی آمد غیر متوقع ضرور لیکن حیران کن نہ تھی۔وہ کئی باریوں پایا جاتا تھا۔وہ اس کے قریب بڑھی تو افان نے ایک مکمل نظر اس پہ ڈالی۔بینگنی رنگ کی شرٹ کے ساتھ سفید لانگ کوٹ پہنے وہ ڈھکی ڈھکی سی تھی۔اس کے کھلے بال شانوں پہ بے ترتیب سے پڑے تھے۔سپورٹس شوز پہنے وہ آرام دہ لگی۔افان نے دل میں اس کی نظر اتاری۔

"سوچا آج کنزے میڈم سے لفٹ ہی لے لوں۔"شوخ بھرے انداز میں اس نے فہمائش کی تو وہ اس کے اطوار پہ مسکرائی۔

"کیوں پیٹرول ختم ہو گیا کیا؟"ایک سرسری نگاہ افان پہ ڈال کر اس نے اسے چھیڑا۔

"ہاں بس کیا بتاؤں۔بہت برے حالات چل رہے ہیں۔مالی حالات تو پوچھو ہی مت۔بڑی مشکل سے گزر بسر ہو رہا ہے۔"انتہائی بے چارگی بھرے انداز میں اس نے اپنی غربت کا رونا رویا تو وہ اس کے ڈراموں پہ نفی میں سر ہلا کر رہ گئی۔

"مراد چچا نے کریڈٹ کارڈ بلاک تو نہیں کروا دیا؟"اس کے کان کے قریب سرگوشی کی تو وہ ہڑبڑا گیا۔

"خدا کا نام لو لڑکی۔کیوں مجھ غریب کا برا سوچ رہی ہو۔"خود کو سنبھالتے چند پل پرانی کیفیت سے نجات چاہی۔

"اللہ اکبر!لو لے لیا اللہ کا نام"وہ چہک کر بولی۔

"آج تو کنزے میڈم چہک رہی ہیں۔بندہ ناچیز وجہ معلوم کر سکتا ہے؟"

"حدید آ رہا ہے کل۔"وہ دلفریب لہجے میں پر مسرت بولی تو افان کے چہرے کی جلتی جوت پل بھر میں بجھ گئی۔

"اتنی جلدی واپس آ رہا ہے۔"جملہ بے ساختگی میں ادا ہوا۔

"اب کی بار تم خدا کا نام لو۔جانتے ہو دو ہفتے ہو چکے ہیں۔چودہ دن۔اتنے گھنٹے بیت گئے اسے برلن سے دور۔یقین کرو برلن بدصورت ہو گیا تھا۔اب اس کے آنے کا

www.novelsclubb.com


NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سن کر مجھے دور سے بہار آتی دکھ رہی ہے۔ کل تک پورا برلن پھولوں کی خوشبو سے مہک اٹھے گا۔" وہ لڑکی اس کے آنے کی خبر پہ اتنی سرور بخش کیفیت میں تھی کہ افان کا دل ڈوب گیا۔

"تم پاگل ہو گیا؟" یہ جملہ بھی بے ساختہ ردعمل کی مانند تھا۔

"جو مرضی کہہ لو۔ میں ویسے ہی بہت پر مسرت ہوں۔" اس نے مائنڈ نہیں کیا۔ جب انسان بے انتہا خوشی کی کیفیت سے گزر رہا ہو تو وہ چھوٹی چھوٹی منفی باتیں اگنور کر دیتا ہے۔

" چلیں؟" افان نے اس کے ذکر سے پناہ مانگی۔ ہر بار وہ ان دونوں کے درمیان آ جاتا تھا۔ افان کے دل میں حدید کے لیے نفرت دن بہ دن پرورش پا رہی تھی۔

"ارے ہاں تمہیں لفٹ بھی تو دینی ہے۔" وہ اس کے چہرے کے ہر تاثر سے لاعلم اپنی ہی دھن میں مسرور بولی تو وہ خاموشی سے اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا۔

حدید عالم نامی کا نٹا اب اس کے حلق میں اٹکنے لگا تھا۔ وہ ہر قیمت پہ اس کانٹے سے نجات چاہتا تھا۔

☆☆☆

فیصل آباد ائیر پورٹ کی سر زمین پہ کھڑے وہ تینوں پاکستان کو الوداع کہنے کو تیار تھے۔ دانیال کمال نے اپنی نواسی کو اس کے رخصت کر دیا تھا۔ ہمایوں کمال نے اس کے سر پہ دست شفقت رکھ کر اپنے ہونے کا احساس دلایا۔ حیران کن طور پہ مائدہ نے بھی اسے گلے لگا کر رخصت کیا۔ ایک وہی نہیں تھا وہاں پہ جس کے دم سے اس آشیانے پہ بہار اترتی تھی۔

www.novelsclubb.com

چند گھنٹوں کی فلائٹ کے بعد وہ جرمنی کی سر زمین کی طرف پرواز کر گئے۔ برلن ائیر پورٹ پہ اترتے کئی یادیں چپکے سے ان کے دل و دماغ پہ دستک دینے آئیں۔ بورڈنگ ہو رہی تھی اور عائشہ ان سے کافی فاصلے پہ بنچ پہ بیٹھی تھی۔

"یاد ہے حدید اسی جگہ میں پہلی بار تم سے ملی تھی۔" زخرف نے اسے یاد دلایا تو اس نے سر کے خم سے مثبت اشارہ دیا۔

"تم مجھے جانتے ہوئے بھی اجنبی بنے رہے۔" وہ پر شکوہ ہوئی۔

"میں سچ میں تمہیں نہیں جانتا تھا۔" حدید نے لب دانتوں تلے دبائے مسکرا کر کہا۔

"جھوٹ مت بولو۔"

"اس وقت میرے سامنے میری بیوی زخرف کھڑی ہے۔ اس روز تو یہاں ٹک ٹاکر نور تھی۔" اس نے ذومعنی لہجے میں گھمبیر بات کی تو وہ جھینپ ہی تو گئی۔

"لفظوں کے ہیر پھیر مت کرو۔" وہ اس کی معنی خیز بات پہ نظریں جھکا کر بولی۔ دل کی دھڑکن منتشر ہو رہی تھی۔

"اور کوئی حکم؟" اس نے مزید چھیڑا۔

"مانتے تو ہو نہیں۔" خفگی بھرا انداز۔

"تم منوانا تو چاہو۔ ہر حکم پہ سر تسلیم خم۔" اس کے قریب جھک کر کہا تو وہ جھرجھری لے گئی۔

"تمہیں لینے نہیں آئے گا کوئی؟" اس نے بات بدلی۔

"نہیں"

"کیوں؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔ وہ جانتی تو تھی کہ ابراہیم وجدانی اور اس کی بیٹی حدید کے کافی قریب ہے۔

"کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ میں آج آ رہا ہوں۔" اس نے کندھے اچکا کر کہا۔

"تاکہ کوئی تمہیں میرے اور ماما کے ساتھ نہ دیکھ لے۔ ایم آئی رائٹ؟" زخرف نے ٹکڑا جوڑا تو وہ اس کی حاضر جوابی سے محظوظ ہوا۔

"بہت دور اندیش ہو تم۔" اس نے بلاتردد تعریف کی۔

"ضروری ہے۔"

"پھر باقی سب کے نزدیک حدید عالم کب تشریف لا رہے ہیں؟" اس نے مزید جاننا چاہا۔

"کل۔ آج میں تمھیں اور مام کو اپارٹمنٹ لے کر جاؤں گا۔ آپ دونوں وہیں قیام کریں گیں۔ اور آج رات کو میں بھی وہیں رک جاؤں گا۔ تاکہ کوئی مسئلہ نہ ہو۔"

"نہیں تم اپنے گھر جا سکتے ہو۔ میں دیکھ لوں گی۔" اس کے گھر رکنے والی بات پہ وہ حیا سے سمٹ گئی۔

"اور مام کو کیا عذر پیش کرو گی؟" اس نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"ایک تو یہ عائشہ بیگم نے اپنی یادیں مکس کر کے میرا سر گھما دیا ہے۔ کس کس چیز کا سوگ مناوں؟" وہ جھلا کر بولی۔

حدید اس کی بات اور انداز پہ مسکرائے بنا نہیں رہ سکا۔

اور نازش کو ائیر پورٹ ڈراپ کر کے فلائٹ کی روانگی ہونے کے بعد واپسی کے لیے جاتے شہروز بخت نے ان دونوں کو گہری جانچتے نظروں سے دیکھا۔البتہ عائشہ پہ ان کی نگاہ نہ پڑ سکی۔یہ معاملہ توجہ طلب تھا۔وہ مزید اس سے لاتعلقی نہیں برت سکتے تھے۔

☆☆☆

سگار پھونکتے ان کا چہرہ سنجیدگی سے بھرپور تھا۔دھویں کے مرغولے میں کسی کی شبیہہ نظر آئی تو وہ سگار پھینک گئے۔ذہن نے الجھا چھوڑا تھا۔سکون غارت ہونے کے درپے تھا۔

"میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ حدید عالم اتنا سیدھا ہے نہیں جتنا دکھتا ہے۔"

وہ خود سے ہی ہم کلام تھے۔

"وہ کوئی بڑا پلان بنا رہا ہے۔"ان کی چھٹی حس یقیناً کافی تیز تھی۔

"وہ اپنے باپ کی طرح نہیں ہے۔وہ ماسٹر مائنڈ ہے۔کبھی کبھار تو مجھے یقین ہی

نہیں آتا یہ وہی کمزور، بے بس ولاچار بچہ ہے جس نے جیل کی تنہائی کاٹی تھی۔ چھوٹی سی عمر میں جس پہ اتنا بڑاالزام لگ گیا تھا۔ جس نے اتنی سی عمر میں باپ کا قتل دیکھا۔ وہ اتنا تیز دماغ ہے کہ پورا برلن اس کے بزنس کا مداح ہے۔" وہ دشمن تھے لیکن باوقار دشمن۔ دل سے اپنے رقیب کی خصوصیات کی تعریف کی۔

"مجھے تو لگتا تھا کہ لقمان عالم کا بیٹا بھی اسی کی طرح کمزور بنے گا۔ مگر ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔" وہ حدید کی آنکھوں میں انتقام دیکھ چکے تھے۔ یہ شخص انہیں برباد کرنے کے درپے تھا۔ وہ اب مزید لاعلمی اور لاتعلقی کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ ورنہ یہ لڑکا انہیں مسل کے رکھ دے گا۔

"یہ عائشہ کی بیٹی اس کے ساتھ کیا کر رہی تھی؟ یہ معاملہ سنگینی اختیار کر رہا ہے۔ اس کا حل سوچنا پڑے گا۔" سوچوں کی ڈور میں ایک اور عکس بھی منعکس ہو گیا۔ یہ کہانی اب دوبارہ شروع ہونے والی تھی۔ لیکن اس بار مدمقابل لقمان نہیں اس کا بیٹا تھا۔ شہروز بخت کو جمع و تفریق کرنے میں وقت درکار تھا۔

☆☆☆

ڈاکٹرز نے برہان کا ٹریٹمنٹ کر دیا تھا۔اس کی ضد کے باعث اب اسے ڈسچارج کیا جانا تھا۔ لیکن اسے بازو کا خاص خیال رکھنے کی تاکید کی گئی تھی۔

ہسپتال سے ڈسچارج ہونے پہ ہمایوں کمال اسے لینے پہنچے تو اسے صحیح سلامت کھڑا دیکھ ان کی جان میں جان آئی۔

"میری گاڑی منگوادیں۔ میں خود جاؤں گا۔" جیکٹ کی زپ بند کرتے ہوئے اس نے بغیر مڑے حرف آخر کی مانند کہا۔

"تمہارے بازو میں ابھی درد ہو گا۔" انہوں نے اپنے ضدی سپوت کو سمجھانا چاہا۔

"میں کوئی چھوٹا بچہ نہیں ہوں۔" وہ چڑتے ہوئے بولا۔ تنگ آچکا تھا وہ ان کی ڈپلومیسی سے۔ کبھی کہتے تھے بچے نہیں ہو تو کبھی بچوں کی طرح ٹریٹ کرتے تھے۔

"برہان۔۔۔" ہمایوں نے اسے قائل کرنا چاہا۔ جانے وہ اتنا ضدی کیوں تھا؟

"آپ اپنا وقت ضائع نہیں کریں۔" مڑ کر ان پہ سرسری سی نگاہ دوڑاتے کہا تو وہ گہرا سانس بھر کر رہ گئے۔

www.novelsclubb.com

"ٹھیک ہے۔ مگر اب تم بغیر گارڈ کے نہیں جاوگے۔" وہ مان گئے۔ مگر شرط کے ساتھ۔

"میں آپ کو سمجھا نہیں سکتا۔ جو دل میں آئے کریں۔" اس نے گویا جان چھڑائی۔

"تم ہمیشہ مجھے مس انڈرسٹینڈ کرتے ہو برہان" انہیں بیٹے کی یہ بے رخی کاٹ رہی تھی۔

"کیونکہ ہم میں انڈرسٹینڈنگ والا کوئی رشتہ نہیں ہے۔" جانے وہ اتنی آسانی سے اتنی کڑواہٹ بھری بات کیسے بول لیتا تھا۔

"باپ ہوں میں تمہارا۔" شکستگی سی تھی۔

"آپ دانیال کمال کے بیٹے ہیں۔" اس نے ایک نظر باپ پہ ڈال کر رخ پھیر لیا۔

"برہان۔۔۔" وہ اس کے قریب بڑھے۔

"مجھے ضروری کال کرنی ہے۔" وہ پیچھے ہٹ گئے۔ عرصے کی بدگمانی تھی لمحوں میں نہیں جانی تھی۔



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ وہاں سے گئے تو برہان نے اپنی جیب سے فون باہر نکالا۔ سکرین روشن کی تو سامنے ایک فقرہ جگمگا رہا تھا۔

"سیاست میں خوشامدید برہان"

چند لمحات اس فقرے کو دیکھنے کے بعد اس نے سکرین بجھادی۔

☆☆☆

وہ اپنی سیاہ بی ایم ڈبلیو میں آ کر بیٹھا تو گارڈز کی ایک گاڑی اس کے پیچھے ہو لی۔

"یہ لوگ میری حفاظت کریں گے۔ سیریسلی؟"

وہ طنزیہ مسکرایا۔ اپنے باپ کو منع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"یہ میرا شہر ہے۔ تم لوگوں کو ڈوج دینا کہاں مشکل ہے۔"

گاڑی سٹارٹ کرتے وہ اپنے پیچھے آتی جیپ کو فیصل آباد کی سڑکوں پہ دوڑانے لگا۔

چار سے پانچ بار اچانک سڑک تبدیل کرنے پہ وہ ان گارڈز کی نظر سے اوجھل ہو چکا تھا۔ اسی دوران اسے لگاتار ہمایوں کمال کی کالز آنے لگیں۔ یقیناً وہ اسے اس کی

www.novelsclubb.com



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بیو قوفی پہ کوسنے کی تیاری کر رہے ہوں گے۔ لیکن برہان کو اس وقت کوئی لیکچر نہیں سننا تھا۔اس نے فون بند کیا۔کافی عرصے سے وہ یوں ڈرائیو نہیں کر پایا تھا۔ آج اس کا دل چاہ رہا تھا کسی وسیع اور ویران جگہ پہ پہنچ کر خوب ڈرائیو کرے۔اور اپنی خواہش پہ لبیک کہتے وہ اب قدرے سنسان اور ویران حصے میں آ چکا تھا۔گاڑی کو بار بار ڈرفٹ کر کے چلاتے ہوئے وہ اپنی فرسٹریشن نکالنے لگا۔سونا کے جانے کا خیال ہی اسے بے بس کرنے کو کافی تھا۔ کبھی وہ گاڑی کو تیز ترین سپیڈ پہ چلاتا اور اگلے ہی لمحے اتنی دھیمی رفتار کر لیتا کہ سائیکل والا بھی اس سے آگے نکل جائے۔ برہان کمال ایسی ڈرائیونگ اسی وقت کرتا تھا جب وہ بیک وقت مختلف جذبات کا شکار ہوتا تھا۔

www.novelsclubb.com

اچانک ویرانے سے نکل کر بھاگتا، ہانپتا شخص اس کی گاڑی کے آگے آیا تو اس نے تیزی سے بریک پہ پاؤں رکھا۔سامنے والا شخص ایک انچ کی دوری سے بچا تھا۔اس نے سکون کا سانس بھرا۔پھر گاڑی کا دروازہ کھولا۔

"اندھے ہو۔ نظر نہیں آ رہا تھا کہ گاڑی سامنے سے آ رہی ہے۔ ابھی نیچے آ جاتے اور مفت میں اپنا اور میرا نقصان کرواتے۔" سامنے والے کا حال احوال پوچھنے کی بجائے وہ اسے لتاڑنے لگا۔ اور وہ شخص جو پہلے ہی شل دماغ لیے ہوئے تھا اس شخص کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ اسے ہر شخص میں اپنا باس نظر آنے لگا۔ اور وحشت کے مارے اس کا رنگ سفید پڑنے لگا۔ برہان گھبرا کر آگے بڑھا۔ اس نے تو اس شخص کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا اور تو اور اس کی گاڑی بھی ایک انچ کے فاصلے پہ ہی رک گئی تھی۔ پھر اس شخص کے سڑک پہ بے ہوش ہونے کا کیا جواز تھا۔ وہ سوچ کر رہ گیا۔

پہلے زندگی میں تھوڑے مسائل تھے جو ایک نیا اس کے سر آ کھڑا ہوا تھا۔

☆☆☆

www.novelsclubb.com



NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM